# اسلام

کی

# امتیازی خصوصیات





اسلامی مشن، سنت نگر، لاہور

# اسلام کی امتیازی خصوصیات

اسلامی مشن

سنت نگر لاہور

(بار دوم) مطبع [illegible] لاہور قیمت دو روپے پچاس پیسے (۲.۵۰)

# انبیائے عالم کا موعود نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ ہی خدا کے موعود نبی ہیں جن کی بعثت کی پیشگوئی عہد نامہ عتیق و جدید کے کئی ایک انبیائے کی جن میں خاص حضرت موسیٰ، حضرت یسعیاہ، حضرت حبقوق، حضرت ملاکی اور حضرت مسیح شامل ہیں۔ ان میں سے ہم صرف حضرت موسیٰ کی ایک پیشگوئی پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا خدا سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اسکے دہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔" (کتاب استثنا ۳۳: ۱-۲)

پیشگوئی میں لفظ فاران عربی زبان سے لیا گیا ہے عربی زبان میں ف (F) اور حرف پ (P) کا قائم مقام ہے کیونکہ عربی زبان میں حرف پ (P) مستعمل نہیں۔ عربوں نے اس جگہ کا نام جہاں حضرت ہاجرہ اور اسماعیل آ کر مکہ کے قریب ٹھہرے فاران (دو پناہ گزیں یا مہاجر) رکھا۔ تشریح بنی کتاب کے باب ۱۳ آیت ۲۷ میں اس جگہ کا نام بیتھ الا آم لکھا ہے جسے عربی میں بیت الحرام وحدت والا گھر کہا جاتا ہے بعد ازاں اس کا نام مکہ پڑ گیا اس پیشگوئی میں دو باتوں پر خاص زور دیا گیا ہے اول "اس کے دہنے ہاتھ میں ان کیلئے آتشی شریعت تھی" یعنی وہ شریعت لائیگا اور اسے قوت انصاف کیساتھ نافذ کریگا۔ یاد رہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں بالخصوص کسی نبی نے نیا ضابطہ حیات پیش نہیں کیا۔ اور ان کے بعد جتنے بھی نبی آئے شریعت موسوی کی پیروی کرتے رہے حضرت عیسیٰ کے بعد صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے نبی ہوئے ہیں جو نئی شریعت لائے اور انھوں نے اس کو قوت کیساتھ نافذ کیا دوسری بات جو ہماری توجہ کی مستحق ہے یہ ہے کہ وہ کوہ فاران سے "دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" چنانچہ فتح مکہ کے دن جب آپ فاتح کے طور پر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپکے ساتھ دس ہزار فرشتہ سیرت صحابہ موجود تھے اسلئے حضرت موسیٰ کی پیشگوئی انکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پر پوری نہیں اترتی۔

آخر میں ہم حضرت مسیح کے ایک حواری جناب برناباس کی انجیل سے ایک پیشگوئی پیش کرتے ہیں۔ جو واضح الفاظ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ "تب یسوع نے کہا۔ بیچا ہو! تقدیر ایک پوشیدہ طور سے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ راز ایک سوا کسی پر نہیں کھولا جائیگا۔ ان کی قوموں کو تلاش نہیں اس پر خدا کے بھید اس قدر عیاں ہیں کہ جب وہ دنیا میں آئیگا تو با برکت ہیں وہ لوگ جو اسکی باتوں کو توجہ سے سنیں گے کیونکہ خدا انھیں اسکے رحم سے اسی طرح ڈھانپ لیگا جسطرح کھجور کا درخت ہمیں ڈھانپ لیتا ہے۔ شاگردوں نے پوچھا بھلے آقا! وہ شخص کون ہے جسکا آپ ذکر کرتے ہیں اور جو دنیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# اسلام کی امتیازی خصوصیات

اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کے ستر کروڑ نام لیوا دُنیا کے طول و عرض میں آباد ہیں۔ دراصل اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ اس وقت نازل ہوا، جب کہ حضرت آدمؑ نے زمین پر قدم رکھا۔ یہی اسلام تھا۔ جس کی تبلیغ مختلف قوموں اور زمانوں میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور بے شمار دوسرے انبیاء علیہم السلام نے کی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے۔

"(اے محمد) بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی جیسے ہم نے نوحؑ اور اس کے بعد نبیوں کی طرف کی۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی کی، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور کچھ رسول ہیں جن کا حال ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور کچھ رسول ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا۔"

(۴ : ۱۶۳ — ۱۶۴)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ نبوت کی آخری کڑی تھے

آپ کی بعثت کے ساتھ اس دین کی تکمیل ہو گئی۔ اور آپ کا دین تا ابد بنی نوع انسان کی ہدایت کا سرچشمہ اور دستورِ حیات قرار پایا۔

"آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔"

(۵ : ۳)

"پس تم اپنا رُخ خالص دین پر قائم کرو۔ جو عین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔" (۳۰ : ۳۰)

پس دینِ فطرت ہونے کی حیثیت سے اسلام کی غرض و غایت انسانی استعدادوں اور صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہے۔ تمام انبیاء کا نسلِ انسانی کے نام یہی پیغام تھا۔ کہ لوگ خدائے واحد کے سامنے جھکیں اسی کی عبادت کریں۔ اور باہمی امن و اتحاد سے زندگی بسر کریں۔ تاہم پہلے انبیاء کی تعلیمات کا دائرہ اپنے زمانے کے تقاضوں اور لوگوں کی ذہنی نشوونما تک محدود تھا۔ اس کے برعکس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ اسلام اپنے عالمگیر پیغام اور حلقہ اثر کے لحاظ سے پہلے ادیان سے بہت مختلف تھا۔ چنانچہ پہلے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کا نام ہی اتحادِ انسانی، امن اور اخوت کا مظہر ہے۔ یہودیت، بدھ مت، اور دینِ زرتشت۔ عیسائیت کے برعکس

جن کے نام ان کے بانیوں یا بہادروں کے نام پر رکھے گئے ہیں، اسلام کے معنے اللہ کی رضا کے سامنے سر جھکانے اور بنی نوع انسان کے ساتھ امن و آشتی قائم رکھنے کے ہیں۔ اسی لیے اسلام کے پیرو کار اور خود بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم "مسلم" کہلاتے ہیں۔ یعنی جو خدا کی رضا کے سامنے سر جھکاتے اور امن عالم کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

"ہاں جس نے اپنا سر خدا کی رضا کے لئے جھکا دیا۔ اور وہ خلق خدا سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور انھیں نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔" (۲ : ۱۱۲)

"تم بہترین امت ہو۔ جو انسانوں کی بھلائی کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو۔ اور بری باتوں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

خدا کے احکام کی کامل اطاعت اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے عمل، اسلام کے وہ عظیم مقاصد ہیں۔ جو انسان کے سامنے رکھے گئے۔ اور جن کی مثال انسانی افکار کی تاریخ میں نایپید ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم کی تعریف ذیل کے الفاظ میں فرمائی ہے

"مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔"

آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے :۔

" تم میں سے کوئی بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اسلام کو اس لیے نازل کیا کہ آپ نسلِ انسانی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وحدتِ نسلِ انسانی کے عقیدے پر قائم کریں۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم اسلام کی وہ چند ایک تعلیمات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ جو اسلام کو دیگر مذاہبِ عالم اور نظریاتِ زندگی سے ممتاز کرتی ہیں۔

# اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

دُنیا کے قریب قریب تمام موجودہ مذاہب خدا کی ہستی پر ایمان کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی ذات کے متعلق ان کا تصور عام طور پر مبہم، ناقص، ناقابلِ قبول، اور خلافِ عقل و دانش ہے۔ ان میں سے بعض توحید سے ہٹ کر دو یا تین یا کثیر التعداد خداؤں کو پوجنے لگے ہیں۔ ان میں سے یہودی اور عیسائی خدا کو چھوڑ کر علی الترتیب دو عورتوں (جو بائبل کی رُو سے بدی کا سرچشمہ ہیں) کے بطن سے پیدا ہونے

والے عزرا اور یسوع کو خدا کے بیٹے مانتے ہیں۔ اسی طرح جناب رام چندر، جناب کرشن اور جناب گوتم بدھ کو لاتعداد دیوتاؤں کی صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پھر باطل مذاہب کے نام لیواؤں کی کثرت اجرام فلکی، قدرتی عناصر اور اپنی سفلی خواہشات کے پرستار بن چکے ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج خدا کے ساتھ ساتھ مادہ اور روحوں کو ازلی ابدی مانتی ہے۔ اور اس کائنات میں ان کی نظر میں خدا کا مقام خالق کا نہیں ایک بڑھئی کا ہے جس نے مادے اور ارواح کو پیدا تو نہیں کیا۔ بلکہ کسی حادثہ کی بدولت اس نے دونوں کو ملا کر انسان بنا دیئے۔ اور اس طرح وحدہٗ لاشریک خدا کی عظمت گرا دی۔ اس کے علاوہ یہودی، ہندو اور جاپان کے اہلِ شنٹومت اپنے آپ کو دوسروں سے بالاتر خدا کی پسندیدہ مہذب اور چہیتی قوم مانتے ہیں اور دوسروں کو ذلیل، اچھوت اور وحشی شمار کرتے ہیں۔ وہ نسلی اور قومی دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ جنھوں نے دوسری اقوام کی طرف پیٹھ موڑ رکھی ہے۔ اس تصور سے لوگوں میں نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکتی چلی آئی ہے۔ اور اس کے زیر اثر نسل انسانی نہ ختم ہونے والی جنگوں کا شکار رہے

اسلام کی رُو سے اللہ تعالےٰ تمام اشیاء کا خالق اور ربوبیت کرنے والا ہے۔ خدا کی نظروں میں تمام انسان اور اقوام برابر ہیں۔ اور تمام انسان اس کی بے پایاں رحمت و نوازشات سے یکساں حصہ لیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنا دیئے تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو بلاشبہ اللہ کی نظر میں تم میں سے مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم والا خبردار ہے۔" (۴۹ : ۱۳)

پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور آخری نبی تھے۔ جنھوں نے نسل انسانی کو ایک ایسے معبود کے عقیدے پر جمع کیا۔ جو تمام قدرتوں کا مالک، کل کائنات کا خالق اور ربوبیت کنندہ اور تمام اوصافِ حسنہ کا جامع ہے

"کہدے۔ اللہ واحد بے مثل ہے، اللہ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا، اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا۔ اور کوئی بھی اُس کا ہمتا نہیں" (۱۱۲ : ۱ – ۴)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر نسل، رنگ، اور دولت پر مبنی امتیازات کے خلاف مسلسل جہاد کیا۔ خود آپؐ کے قبیلہ اور اہلِ وطن نے آپؐ کی شدید مخالفت کی۔ لیکن آپؐ اپنے مقصد پر چٹان کی طرح قائم رہے۔ حتیٰ کہ مجبور ہو کر آپؐ نے مقابلے میں تلوار اٹھائی، اور عربوں کے صدیوں کے پرانے انسانیت سوز اور ظالمانہ مجلسی امتیازات اور نسلی غرور کو کچل ڈالا۔ آپؐ کے انسانیت پرور پیغام کو آپؐ کے سچے پیرو کاروں نے ایشیا، افریقہ اور یورپ میں پھیلایا۔ جہاں لاکھوں غلام اور کمزور لوگ نسلی تشدد کی وجہ سے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ اسلام نے انھیں ظلم و جور سے نجات دلائی۔ اور ان کی اکثریت

نے اسلامی اخوت و مساوات کے سائے میں امن و وقار کی لازوال دولت پائی۔

انسانیت کے اس محسن اعظم نے انسانی اخوت کی جو روح پھونکی اس کی جھلک آج بھی اہل اسلام کی پنج وقتہ اجتماعی عبادت میں ملتی ہے جس میں اہل اسلام، رنگ، نسل اور منصب کے امتیازات سے بلند ہو کر پہلو بہ پہلو ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر خدا کی یاد کرتے ہیں۔ برادری اور برابری کا یہ جذبہ سالانہ حج کے موقع پر انتہا کو پہنچ جاتا ہے جبکہ عرب، حبشی، یورپی، ترک، ایرانی، پاکستانی، ہندوستانی، ملائی، انڈونیشی، چینی، افغانی، آسٹریلوی، مراکشی، الجزائری، افریقی اور دیگر ممالک عالم سے مرد اور خواتین، نوجوان اور بوڑھے، غریب و امیر، عوام و خواص سیاہ و سفید و زرد نسلوں کے اہل توحید، ننگے سر اور پاؤں دو سفید سوتی چادروں میں ملبوس یکساں رسوم و عبادات ادا کرتے ہیں۔ اور ان کے سینے باہمی نفرت، غرور، خودسری، کینے، عناد اور بدخواہی کے غبار سے صاف ہوتے ہیں۔ اور مل کر ایک دوسرے کی بھلائی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ آخری حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ذیل کے الفاظ میں تلقین کی۔

"اے لوگو! تمہارا رب واحد ہے جس نے تم سب کو آدم کی نسل سے پیدا کیا، جان لو! کہ عرب کو عجمی پر اور عجمی کو عرب پر، اسی طرح گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر نسل کے لحاظ سے کوئی فضیلت نہیں۔

تم سے خدا کی نظروں میں وہی قابل قدر ہے۔ جو دوسروں سے زیادہ متقی اور نیک ہے"

اس پہلو سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالمگیر انسانی برادری کے بانی اور موجودہ اقوامِ متحدہ کے پیش رُو تھے لیکن جہاں آپ ایک حقیقی امن دوست برادری قائم کرنے میں کامیاب ہوئے وہاں اقوامِ متحدہ کی ناکامی اٹل ہے۔ کیونکہ اس کے اراکین کے قلوب میں کوئی ایسا ایمان کارفرما نہیں جو اقوامِ متحدہ کے اغراض و مقاصد پر عمل پیرا ہونے پر قائم رکھے۔

# مساواتِ نسلِ انسانی

اسلام کی رو سے تخلیقِ عالم میں انسان کو بے نظیر مقام حاصل ہے چنانچہ قرآن حکیم نے انسان کی تخلیق کو بہترین قرار دیا ہے۔

"ہم نے انسان کو بہترین انداز پر پیدا کیا ہے" (۹۵ : ۴، قرآن)

اس احسن تقویم کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب (خلیفہ) مقرر کیا۔ حتیٰ کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انسان کو سجدہ کریں انسانی فرائض کی کامیاب تکمیل کے لیے اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات کو اس کی فلاح و بہبود کے لیے مسخر کر دیا۔ اور انسان کی فطرت میں "علم اشیاء" رکھ کر اسے حکم دیا کہ وہ اپنی جسمانی، ذہنی اور روحانی استعدادوں کی نشوونما کے لیے تمام اشیاء سے استفادہ کرے۔ ان نعمتوں کی وجہ سے

انسان کا مرتبہ بلند کر دیا گیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

"ہم نے بنی آدم کو عزت و وقار بخشا ہے۔"

مگر انسان کے لیے یہ بات انتہائی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے کہ وہ اس بلند مقام سے گر گیا۔ اور اندھی، بہری، گونگی اور بے جان مخلوق کے علاوہ اپنی سفلی پست خواہشات کا غلام بن گیا۔ اور انھیں اپنا معبود مسجود اور مطلوب بنا لیا۔

## مساوات

اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں اور دو ایک مرد اور عورت، آدم و حوا سے پیدا کیے گئے ہیں

"نسل انسانی ایک ہی امت تھی۔ ولیکن بعد میں انھوں نے اختلاف کیا، پس اللہ تعالیٰ نے انبیا کو بشارت دینے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا، اور ان کے ساتھ صداقت بھری کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کریں۔ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنی آدم باہم جنگوں میں الجھے ہوئے تھے۔ اور ان میں باہمی نفرت کی اساس نسل، رنگ اور عقیدے کے اختلافات پر تھی۔ اور ہر جگہ خود غرض لوگ ذاتی مطلب برآری کے لیے اس نفرت اور ناچاقی کو ہوا دے رہے تھے۔ اور دہشت تنازعات اور جنگوں کی آگ بھڑکا کر عوام الناس کو امن، مذہب اور وطن کی حفاظت کے نام پر لوٹ رہے تھے۔ انسانی تاریخ کی یہ داستان انتہائی افسوسناک ہے۔ یونانیوں اور رومیوں نے گرد و نواح کی کمزور قوموں کو دبا لیا اور ان

سے حیوانوں کا سا سلوک کیا۔ ہندوستان میں آج بھی کروڑوں اچھوت ہیں جن کے ساتھ کتوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ مغرب کی مہذب اقوام آج بھی اپنی رنگ دار رعایا سے غیر انسانی برتاؤ کرتی ہیں۔ مندروں اور گرجوں میں انسان سے نفرت اور حقارت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مندروں میں نیچ ذات کے ہندوؤں (اچھوتوں) کو داخلے کی اجازت نہیں۔ اچھوتوں کے سائے یا چھونے سے ان کا جسم اور کھانا بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے نہ ہی انھیں مذہبی کتابیں پڑھنے کی اجازت ہے۔ گرجوں میں انسانوں کے سماجی مرتبے کے مطابق نشستوں کی تخصیص ہوتی ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور بعض دوسرے مسیحی ملکوں میں رنگدار لوگوں کو سفید فام عیسائیوں کے سکولوں اور گرجوں میں داخلے کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیتی حکومت نے رنگ دار لوگوں کے شہر، محلے، سکول، ہسپتال، گرجے، راستے، ذرائع آمد و رفت اور منڈیوں کو الگ کر دیا ہے۔

مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مفاسد کے خلاف جنگ لڑی۔ آپ نے اپنے گرد مخلص جاں نثاروں کا ایک مختصر سا گروہ اکٹھا کیا جو مختلف نسلوں، قبیلوں اور ملکوں کے افراد پر مشتمل تھا۔ مکہ مکرمہ کے مغرور قریش، یمن کے سرکش اوس و خزرج، صحرا کے خونخوار بدو، حبشی، ایرانی، رومی اور دوسرے علاقوں کے کلمہ گو، اخوت، محبت اور مساوات کی اٹوٹ زنجیروں میں جکڑے گئے۔ آپ نے آدم کشی، افتراق، نفرت اور تاریکی کی قوتوں

سے جنگ لڑی اور دس سال کی قلیل مدت میں حقیقی معنوں میں انسانی احترام برابری اور وقار کو عرب کے طول و عرض میں قائم کر دیا۔ اور آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے جاں نثار اصحابؓ نے آپ کا پیغام مشرق میں دہلی سے لے کر مغرب میں طنجہ اور میڈرڈ تک گھر گھر پہنچا دیا۔ اور نسلی امتیازات کے تشدد کی چکی میں پستے ہوئے کروڑوں مظلوم انسانوں کو نجات دلائی انھوں نے عدم مساوات، ناانصافی اور نسلی نفرت کی بھاری زنجیروں کو کاٹ پھینکا۔ اب وہ سب کے سب قانون کی نظروں میں یکساں ہو گئے۔ اور انھیں مذہبی، سائنسی، اخلاقی اور سیاسی میدان میں ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہو گئے۔ دہلی کا خاندان غلاماں اور مصر کا مملوک حکمران خاندان اس روح کی بے نظیر مثال ہیں جو اسلامی تعلیمات نے اہل اسلام میں پھونکی حضرت عمر فاروقؓ جیسا جلیل القدر حکمران حضرت بلال حبشیؓ کو "السید" (آقا) کہہ کر پکارتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل زبان عربوں کو نظر انداز کر کے حضرت بلال حبشیؓ کو موذن کا بلند مقام دے رکھا تھا۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ نسل، رنگ اور زبانوں کے اختلاف کے باوجود متحدہ قومیت کا تصور موجودہ تہذیب کی رسائی سے باہر ہے آخر دنیا کی موجودہ بڑی بڑی اقوام نے انسانی تعلقات کے میدان میں کیا کارنمایاں سرانجام دیا ہے؟ امریکہ کی دولتمند اور تکنیکی میدان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم آج نسلی کشمکش کے ہاتھوں پریشان ہے جس کی اساس جلد کے رنگ پر ہے۔ اور وہ اس معمولی ناانصافی کو دور کرنے سے

قاصر ہے۔ مگر ہم مسلمان باہم بھائی بھائی اور مساوی ہیں۔ ہمارے ہاں رنگ کی بنا پر کوئی تعصب نہیں ہے اور ہم رنگ، نسل اور قومیت کے اختلافات کے باوجود ہر کلمہ گو کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ اور دنیا کا کوئی دوسرا مذہب یہ صلاحیت نہیں رکھتا۔ کہ وہ اسلام کی طرح اخوت کی زنجیروں میں جکڑ کر مختلف گروہوں کو ایک عالمگیر برادری میں تبدیل کر دے۔

# عدل و انصاف

انسانی مساوات اور احترام کا حقیقی اظہار بے لوث انصاف کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسلام کی رو سے انبیاء کی بعثت کی واحد غرض یہ تھی کہ وہ دنیا میں ظلم و بے انصافی کو ختم کریں۔ اور انسانوں میں عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کریں جس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ تمام انسانوں کے لیے یکساں قوانین ہوں چنانچہ اسلام کا قانون بنانے اور برتنے میں امتیاز نہیں کرتا۔ اور وہ تو اہل اسلام کو تاکید کرتا ہے کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں بھی حق و انصاف کا دامن نہ چھوڑیں۔

"اے ایمان والو! قائم رہو خدا کی خوشنودی کے لیے شہادت دینے کو انصاف کے ساتھ اور نہ ابھارے تمہیں دشمنی کسی قوم کی، کہ تم انصاف نہ کرو۔" (۵: ۸) قرآن

اسلام نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ ہمیشہ انصاف سے کام لیں

اور کسی حالت میں حق کو نہ چھپائیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عدل انصاف کی بلند ترین مثالیں قائم کیں چنانچہ ایک بار ایک قریش خاتون نے چوری کی۔ اس کے اہلِ خاندان نے اسلام کی خاطر بہت قربانیاں دی تھیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا احساس تھا۔ ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں سفارش کرائی کہ جرم معاف فرمایا جائے۔ کیونکہ سزا سے خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔ مگر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑا اور فرمایا۔ "خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اسے بھی ضرور سزا دیتا"

ایک دوسرے موقع پر مدینہ کے ایک انصاری مسلمان طعمہؓ نے اپنے یہودی ہمسایہ پر چوری کا الزام لگایا۔ یہودی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف پر یقین کامل تھا پس وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انصاف کا طالب ہوا تحقیقات کے بعد معلوم ہو گیا کہ قصور طعمہؓ کا ہی ہے اور وہی سزا کا مستحق ہے۔ اس کے قبیلہ کے لوگ معافی کے خواستگار ہوئے۔ لیکن آپؐ بے انصافی کی بُری مثال قائم نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے ان کی درخواست رد کر دی گئی۔ اور مجرم کو قرار واقعی سزا دی گئی۔ اسی طرح آپؐ کے جانشینوں اور بعد کے مسلم سلاطین نے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عدل و انصاف کی روایات کو قائم رکھا۔ اور دنیا میں عدل و انصاف کے درخشندہ نمونے چھوڑ گئے۔

آج بھی مسلمانوں کے قلوب میں اس باہمی محبت، احترام اور بھائی چارے

کی جھلک پائی جاتی ہے۔ گو اسلام کے خلاف ذلیل پروپیگنڈے سے ظالم لوگ برادرانِ نوع کو وقتی طور پر مساوات اور انصاف سے محروم کر دیں، تاہم انجام کار اسلام کا پیغام عدل و انصاف غالب آکر رہے گا۔

# باہمی احترام، حرّیت اور محبت کا پیام

اسلام ذات، عقیدے، رنگ اور مجلسی مقام سے بالاتر ہو کر امن عالم اتحادِ اقوام اور بین الانسانی محبت کا علم بردار ہے، اور ان سب کی تہ میں رحم و کرم کی روح کارفرما ہے۔ قرآن حکیم کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:۔

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جو تمام اقوام کا ربوبیت کرنے والا بے اندازہ بار بار رحم والا، جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔"

قرآن حکیم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اقوام کے لیے "رحمت" قرار دیا ہے۔

"ہم نے تجھے اقوام کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (۲۱: ۱۰۷)

قرآن حکیم کو بھی رحمت قرار دیا گیا ہے۔ گویا کہ تمام کائنات کی تخلیق میں رحمت کی صفت کارفرما ہے۔ ہر مسلم پر فرض ہے۔ کہ جب وہ معمولی سے معمولی بھی اچھا کام کرنے لگے۔ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے اندازہ بار بار رحم کرنے والا ہے)، پڑھے

مذکورہ بالا اسلام کی چند خصوصیات ہیں جو اسے دنیا کے دوسرے ضوابط اخلاق سے بلند کرتی ہیں۔ یہی وہ واحد دین ہے جو آج بھی اپنے پیروکاروں کا تعلق خدا سے قائم کرتا ہے۔ تاہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعض دوسری بے نظیر تعلیمات بھی دے کر آئے۔

"محمدؐ کی نظر نہایت گہری تھی۔ آپؐ نے اپنا سیاسی نظام مضبوطی کے ساتھ منضبط کر دیا۔ اور جب تک آپ کا سیاسی نظامِ حکومت آپ کے خلفاء کے ہاتھوں میں رہا۔ اس میں معمولی بھی افتراق پیدا نہ ہوا۔ اور اس لحاظ سے نہایت اچھا تھا۔

دروسو: معاہدہ عمرانیت باب دین شہریت

"محمدؐ بلاشبہ تاریخی انسانوں میں عمل کے لحاظ سے سب سے افضل تھے۔ آپؐ نے بے نظیر اصلاحی انقلاب برپا کیا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ آپؐ اپنے عہد کے تعصبات اور محرکات سے پوری طرح آگاہ تھے۔"

وائیف مائے ڈوٹلے: مسٹری ایٹ کراس روڈز صفحہ ۶۳

"عربی تہذیب نے ایک ہزار سال تک دنیا کی رہنمائی کی۔ اور اس بے مثال کامیابی کا سہرا جس عظیم ترین ہستی کے سر بندھتا ہے۔ وہ اسلام ایسی انقلابی تحریک کے بانی محمدؐ نبی اللہ تھے۔ آپ کے دعوئے نبوت کے متعلق لوگ کچھ بھی کہیں۔ اس میں ذرہ بھر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ آپؐ ان تمام سیاست دان مدبروں اور مقننوں سے بزرگ تھے

جن کا ذکر اوراق تاریخ میں ملتا ہے۔" (ایضاً ص ۲۴۶)

اس جگہ ہم جناب الف۔ اے روڈ سے کا ایک سوال پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

"مستقبل میں کیا ہوگا؟ کیا دنیا کارل مارکس کے فلسفے کی روشنی میں یورپ کے کسی نئے نظام پر چلے گی؟ یا یورپ قرون وسطیٰ کی بربریت کا شکار رہ جائے گا۔ جبکہ ایشیا اور کلچر و تہذیب میں اس سے مشابہ ممالک بسرعت تمام کسی ایسی بلند اور پرشوکت اتحاد پرور تعلیم کے ماتحت اتحاد اور عظیم الشان بیداری حاصل کرے گا۔ جیسا کہ اس سے قبل اسلام نے کیا۔ وہ زبردست انقلابی مذہب جس نے تیرہ سو سال قبل ایشیا کو بربریت سے نجات دلائی۔" (ایضاً ص ۲۵۹)

آج اس بات کو پہلے سے زیادہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ انسان کی ذہنی نشوونما ہی عظمتوں کا وسیلہ ہے۔ اور جب تک انسان کشمکش اور جدوجہد کے ذریعے عام سطح سے بلند نہ ہو وہ اخلاقی اور روحانی گتھیوں کو سلجھا کر حقیقی عظمت حاصل نہیں کر سکتا۔ اسلام آج بھی حرف بحرف وہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کی زندگی کی ہر حرکت کا علم سچے مسلمانوں کے عمل اور اوراق تاریخ میں محفوظ ہے دنیا آج بھی منتظر ہے کہ آپ کے پیام کو پہلے جذبے اور خلوص کے ساتھ پیش کیا جائے۔ کیا فرزندان اسلام پھر اس زندگی بخش پیام کو بے چین اور بھٹکی ہوئی انسانیت تک لے جائیں گے؟

# قرآن کی رُو سے علم و حکمت

"جس شخص نے دنیا کے عقاید و مذاہب کا سرسری مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اسلام نے علم و حکمت کو جو احترام بخشا ہے اور جس حد تک ان کے حصول پر زور دیا ہے۔ اس کی نظیر دوسرے کسی الہامی یا فکری نظریے میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس حقیقت نے اسلام کو مذاہب میں امتیاز بخشا ہے کہ اس نے حصول علم کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

علم کی عظمت واضح کرنے کے لیے قرآن حکیم پوچھتا ہے "کیا علم والے اور جاہل آپس میں برابر ہیں" (۳۹ : ۹)

پھر قرآن نے علم و حکمت کے بلند مقام کو اعلیٰ انداز سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔" "گہوارے سے لحد تک علم تلاش کرو۔" "علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے چین تک جانا پڑے۔"

قرآن حکیم ہی اپنے نام لیواؤں کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ علم کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور مفروضات اور ظنیات کی پیروی نہ کریں۔ اور جو واقعہ ان کے سامنے ہو یا جو خیال ان کے دل میں گزرنے لگا۔ اسے غور و فکر کے بغیر کبھی قبول نہ کریں۔ کیونکہ ان سے عقاید کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

"لوگو، اس بات کی پیروی نہ کرو۔ جس کا تمہیں یقینی علم نہیں۔ یاد رکھو، سماعت۔ بینائی اور قلبی قوتوں کے بارے میں تم سے جواب طلبی ہو گی (۱۷ : ۳۶)

آنحضرت صلعم پر وحی ان الفاظ میں ہوئی۔

"اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا
(۹۶ : ۵) قرآن

یہ آیات علم اور اس کی تحصیل کی اہمیت واضح کرتی ہیں۔ کیونکہ قلم اور پڑھائی دونوں علم کی اساس کا کام دیتے ہیں۔ "جان لو اللہ تعالےٰ نے طالوت کو تم میں سے منتخب کر لیا ہے۔ اور اس کے علم اور جسم کو وسعت عطا کر دی ہے
(۲ : ۲۴۷) قرآن

اللہ تعالےٰ نے طالوت کے بنی اسرائیل کے سرداروں پر اس لئے ترجیح دی کہ انھیں دوسروں پر علم اور جسمانی قوت میں فوقیت حاصل تھی۔ اسلامی تاریخ سے عیاں ہے۔ کہ دور اول کے مسلمانوں نے تحصیل و اشاعت علم کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کوشش کی۔ جنگ بدر ۲ھ میں مسلمانوں نے بہت سے کفار کو قید کر لیا۔ ان کی رہائی کے لئے حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اگر کوئی قیدی ایک مسلم کو لکھنا پڑھنا سکھائے گا۔ تو اسے بلا تاوان رہا کر دیا جائے گا۔ مزید یہ فرمایا کہ اگر ایک قیدی ایک سے زیادہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا۔ تو اتنے ہی قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور آپ نے اس عہد کی پابندی کی۔

مسلمان سپین پر سات سو سال (۷۱۱ء – ۱۴۹۲ء) تک حکمران رہے

انہوں نے اس اثنا میں غرناطہ اور قرطبہ ایسے کئی شہروں میں یونیورسٹیاں قائم کیں۔ علوم وحکمت کے ان سرچشموں سے دور و نزدیک حتیٰ کہ یورپ کے عیسائی ممالک سے طالبان علم علمی پیاس بجھانے کے لئے امڈے آتے تھے۔ عباسیوں کے دور میں ۷۵۰ء - ۱۲۵۸ء بغداد علوم کا مرکز بن گیا۔ اور دنیا بھر کے مشہور علما اور فلسفی قدردانی کی بدولت وہاں کھنچے چلے آئے۔ یونانی اور سنسکرت زبان کی اکثر کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ غزنی واقع افغانستان نے غزنوی عہد میں علمی چکاچوند سے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔ سلطان محمود نے اپنے دربار میں ہزاروں مسلم سائنسدان، شعراء، اطباء اور ادیب جمع کئے۔ اپنی وسیع وعریض سلطنت میں تعلیم گاہیں قائم کیں۔ اور طلبا کے لئے عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

جب تک مسلمان علم کی تحصیل اور سرپرستی میں منہمک رہے۔ وہ دنیا میں آزاد و غالب رہے۔ لیکن جب انھوں نے محنت اور جدوجہد سے منہ موڑ لیا اور علم و تحقیق کی شاہراہ سے بھٹک گئے۔ تو ان کے عروج کا ستارہ زوال پذیر ہو کر آخر نحوست کے بادلوں میں چھپ گیا۔ ان کے زوال کی رفتار تیز ہو گئی۔ اور آج ان کے لئے آخری موقعہ ہے کہ وہ غفلت کے لحافوں کو اتار پھینکیں۔

اُٹھو! وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا

آج بھی علم ہی گزشتہ عظمت کو واپس لا سکتا ہے۔ اور اس میں

اولین مقام قانون شریعت کے علم کو حاصل ہے۔ قرآن کی درج ذیل آیت ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

" (اللہ کے بندے) وہ ہیں کہ جب ان کو اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔" (۲۵ : ۷۳)

یہ آیت مطالبہ کرتی ہے۔ کہ مسلمان قرآن کو سمجھیں اور غور و فکر کریں اور ساتھ ہی اس کے احکام کی کماحقہٗ پیروی کریں۔

## قرآن حکیم ـــــ تاریخ کا عظیم ترین معجزہ

قرآن حکیم اسلام کی صداقت اور صحت کا زندہ ثبوت ہے۔ قرآنی وحی کی ابتداء ۶۱۰ء کو ہوئی۔ جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ چکے تھے۔ اور یہ سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا جب کہ مشن کی کامیابی کے بعد آپ کا ۶۳۲ء میں انتقال ہو گیا۔ یہ مقدس کتاب ایک سو چودہ سورتوں تیس پاروں اور قریب قریب اسی ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔

### تحریف سے پاک

قرآن پاک کا متن چودہ سو سال سے غیر محرف و مبدل چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اسلام کے ایک بڑے دشمن سر ولیم میور کو اپنی تصنیف " لائف آف محمد " میں واشگاف الفاظ میں اقرار کرنا پڑا۔

"اس کتاب (قرآن حکیم - ناقل) کو اس قدر احتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ کہ اس میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ---- ہم کہہ سکتے ہیں۔ ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ وسیع اسلامی دنیا کی وسعتوں میں قرآن مجید کی لاتعداد جلدیں پائی جاتی ہیں۔"

اس سلسلے میں ایک دوسرے مستشرق الف۔ ایف آر تھنوٹ نے لکھا ہے:-

"مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ پیغمبر اسلام کے وصال (۶۳۲ء) سے بیس سال کے اندر اندر قرآن مکمل اور آخری صورت میں مرتب کر لیا گیا تھا اور یہ کسی تبدیلی و تحریف کے بغیر آج تک محفوظ چلا آیا ہے۔ اور کوئی بھی غالی مترجم یا محرف اس کی زیر زبر تک نہیں بدل سکا۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ ہم عہد نامہ عتیق یا جدید کی تمام کتابوں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔"

## تمام زمانوں کے لئے مستقل چیلنج

اسلام نے اپنی صحت و صداقت پر گذشتہ چودہ صدیوں سے اقوام عالم کو مقابلے پر للکارا ہے۔ کیا کوئی قوم یا شخص ہے جو اس چیلنج کو قبول کر کے مقابلے پر آئے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

"کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر یہ اللہ کے سوائے کسی اور کی طرف سے ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔" (۴ : ۸۲) قرآن

"کیا یہ کہتے ہیں کہ (محمدؐ نے) قرآن خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو تم بھی

اس جیسی ایک سورۃ ہی بنالاؤ - اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی کو مدد کے لیے بُلا سکتے ہو بُلالو۔"
(۱۰ - ۳۸) قرآن

"اے نبی، کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اتفاق کر لیں کہ اس قرآن کی مانند ایک نئی کتاب مل کر بنالیں گے۔ تو پھر بھی وہ اس کی مانند کتاب نہیں بنا سکیں گے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کو پوری پوری مدد دیں۔"
(۱۷ : ۸۸) قرآن

مقابلے کی یہ دعوت اللہ تعالےٰ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر ساتویں صدی عیسوی میں دی تھی۔ اور آج تک کسی شخص کو یہ دعوت قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس کے مقابلے میں بائبل کو دیکھیے۔ اس کے کئی مختلف متن رائج ہیں۔ ان کی کم از کم تعداد پانچ ہے۔ جو ایک دوسری سے کئی امور میں مختلف ہیں۔ بائبل میں وقت کے ساتھ ساتھ تحریف ہوتی رہی ہے اور اصل بائبل کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ جس میں ہر ملک میں حسب ضرورت تبدیلی کی جاتی رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے پاک کلام قرآن مجید میں نقطہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ روشن و تابندہ آفتاب ہدایت پوری آب و تاب سے آج بھی اہل ایمان کے قلوب کو روشن اور منکروں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ اور اس کی حفاظت کا قیامت تک بے نظیر انتظام کر دیا گیا ہے۔

ایک اور مستشرق ہیری گیلارڈ ڈارمن لکھتا ہے :-

"قرآن کے الفاظ خدا کے وحی کردہ ہیں۔ یہ الفاظ جبرائیل کے ذریعے کامل شکل میں (حضرت) محمد (صلعم) پر نازل کئے گئے۔ یہ ایک دائمی معجزہ ہے قرآن

کی اپنی اور محمد رسول اللہ صلعم، کی صداقت پر زندہ شہادت ہے!

ہم غیر مسلم دوستوں کو شہادت دیتے ہیں۔ کہ وہ اسلام کے اس غیر فانی اور بے نظیر پہلو پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ آج بھی اگر کوئی انسان خدا سے تعلق کا آرزو مند ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ قرآن حکیم کے عربی متن کا سوچ سمجھ کر مطالعہ کرے، اگر تم چاہتے ہو کہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی باتیں سنو اور اس کی ہم کلامی کا شرف حاصل کرو تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ قرآن حکیم پڑھو اور سمجھ کر اس کی برکات سے دامن بھر لو۔ کیونکہ قرآن کلام الہٰی ہے۔ جو کروڑ دو کروڑ چار دل میں مکمل صورت میں محفوظ ہے۔ دور لاکھوں خوش قسمت مسلمان ایسے ہیں۔ جنھیں یہ پاکیزہ کتاب حفظ ہے اور وہ اسے کسی کتاب کی مدد کے بغیر اول سے آخر تک زبانی پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن حکیم ایک دائمی بے مثل اور بے نظیر معجزہ ہے دنیا کی یہ واحد آسمانی کتاب ہے۔ جو اسی طرح محفوظ چلی آرہی ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے برعکس دوسری کتب سماوی ان اصل کتابوں کے ناقص تراجم ہیں۔ جو پہلے زمانوں میں نازل کی گئیں۔

**آسمانی نور** اللہ خود نور ہے۔ اس نے اعلان فرمایا ہے۔ کہ قرآن حکیم اس کا نور ہے۔ اگر آپ اپنے سینے آسمانی نور سے منور کرنا چاہتے ہیں۔ اور روحانی بلندی کے طالب ہیں تو قرآن حکیم کی بکثرت تلاوت کیجیے۔

# آسان ترین دین

اسلام وہ واحد دین ہے۔ جس پر ایمان اور عمل انتہائی آسان ہے اسلام قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کے اور خدا کے درمیان کسی پادری کی ضرورت نہیں۔ اور اسی قدر کافی ہے۔ کہ انسان دل سے اسلام قبول کر کے اس کا اعلان کر دے، اسلام پر ایمان کا خلاصہ، خدا کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہے۔ جس کا نچوڑ مندرجہ ذیل کلمۂ طیبہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ محمدؐ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں"

جونہی کوئی شخص اپنے دل میں اس عقیدے پر ایمان لے آتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے۔ اسی وقت وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور باقاعدہ اعلان کی غرض و غایت اس قدر ہے کہ اسلامی برادری آئندہ اسے اپنا بھائی اور برادری کا رکن سمجھے، ورنہ کسی مذہبی رہنما کے سامنے اقرار کی مطلق ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس مسیحی برادری میں شمولیت کے لیے بچے کو بپتسمہ لینا پڑتا ہے۔ اور جب شادی کی ضرورت پڑے۔ تو پادری کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی طرح وہ اپنے گناہوں کے اقرار

اور دفنانے کے لیے پادری کا محتاج ہوتا ہے۔

اسلام میں نہ ایسی رسوم ہیں اور نہ کسی پادری کی ضرورت ہے۔ ایک بچہ دینِ فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ پیدائشی طور پر مسلم ہوتا ہے۔ پھر اس کا باپ یا کوئی دوسرا خاندانی عزیز اس کا نام تجویز کرتا ہے۔ شادی کے موقع پر مرد اور عورت یا ان کے نمائندے خود شرائط طے کرتے ہیں۔ اور اس کا اعلان دو گواہوں کے سامنے کرتے ہیں اور اس طرح شادی ہو جاتی ہے۔

اس طرح ایک مسلم جہاں اور جس وقت موزوں ہو تنہا عبادت کرسکتا ہے۔ اور اسے گناہ بخشوانے کے لیئے کسی پادری کی سفارش درکار نہیں ہوتی۔ اور براہِ راست اپنے خدا سے گناہوں کی بخشش کی التجا کرسکتا ہے اور خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وفات کے وقت اس کے خویش واقارب دوست واحباب اور اہلِ محلہ جمع ہوتے ہیں۔ اس کی بخشش کے لیے مل کر دُعا کرتے ہیں۔ اور پھر ایک صاف کپڑے یا صندوق میں رکھ کر اسے دفن کر دیتے ہیں۔ یہ فرائض ہر مسلمان سرانجام دے سکتا ہے۔ کسی پیشہ ور مولوی کی ضرورت نہیں۔

مختصر یہ کہ ایک مسلم کی زندگی میں اس کے اور اس کے اللہ کے درمیان کسی وسیلے اور سفارش کی حاجت نہیں۔ جب کہ عیسائیت میں قدم قدم پر پادری کی ضرورت پڑتی ہے۔

# علم الاصنام سے آزاد

اسلام واحد دین ہے جو علم الاصنام کی آلائشوں سے پاک ہے۔ یہ اسرار و رسوم کا دین نہیں۔ بلکہ عیاں لائحہ حیات ہے۔ اللہ واحد اور یکتا ہے اور اس کا ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ کی ذات فوق البشر صفات میں لپٹی ہوئی نہیں۔ مشہور "لاروس انسائیکلو پیڈیا آف مائتھولوجی" میں لکھا ہے۔

"دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو اسلام سے بڑھ کر علم الاصنام کے لیے ناسازگار اور غیر موافق ہو۔ اس کی شریعت کا خشک اور غیر اسی تصور کم از کم اصولی حد تک انفرادی تخیل کی اڑان اور تصورات کی پرواز سے خارج ہے۔ بے شمار بتوں اور شرک کی ترویج کو روکنے اور توحید خالص کی ترویج بقا کے لئے مسلمانوں نے انسانی تصاویر، تماثیل اور مجسمہ سازی کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا۔ پس اس کے برعکس انھوں نے اپنی مصوری کا رخ اقلیدسی اشکال کی طرف موڑ دیا۔ اور اپنے عقائد کو علامتوں اور افسانوں کا رنگ دینے سے انکار کر دیا۔" آمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت

## ایمان کے ستون

ایک مسلمان پانچ بنیادی باتوں کا اقرار کرتا ہے یں ایمان لایا اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر

اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ اچھائی اور برائی کا اندازہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لایا۔"

## اسلام کے ستون

ایک مسلمان کو مندرجہ ذیل بنیادی احکام پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

۱۔ اللہ کی واحدانیت

۲۔ دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کی عبادت یا صلوٰۃ۔

ا: صلوٰۃ فجر:۔ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک

ب۔ صلوٰۃ ظہر:۔ سورج ڈھلنے سے ایک چوتھائی دن رہنے تک

ج۔ صلوٰۃ عصر:۔ ظہر کے خاتمے سے غروب آفتاب تک

د۔ صلوٰۃ مغرب:۔ غروب آفتاب سے تاریکی چھا جانے تک

س۔ صلوٰۃ عشا:۔ صلوٰۃ مغرب سے نصف شب تک ختم ہونے سے قبل

۳۔ صیام رمضان یا ماہ رمضان کے روزے۔

مہینہ بھر روزے رکھتے ہیں۔ جن میں پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی اخلاقی برائیوں سے رُک جاتے ہیں۔ شہوانی جذبات کو دباتے ہیں۔ نفس کو برائیوں سے پاک کرتے ہیں امیر و غریب ایک سطح پر آ جاتے ہیں۔ اور انھیں اپنے غریب بھائیوں کی فاقہ کشی کا عملی احساس ہوتا ہے۔ اور متواتر ایک ماہ پاکیزہ زندگی سے انسان میں ایک زبردست پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

**۴۔ زکوٰۃ کی ادائیگی**

یہ دراصل دولت مندوں کی دولت پر غریب انسانوں کی مدد کے لئے لازمی ٹیکس ہے۔ اس کی غرض یہ بھی ہے کہ ہر خوشحال انسان اپنے مسکین بھائیوں کے دکھ کو محسوس کرے اور مقررہ زکوٰۃ ادا کرے۔

**۵۔ بیت اللہ شریف کا حج**

آج سے ۵ ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ایک مسجد بیت اللہ کے نام سے تعمیر کی اور لوگوں کو دعوت دی کہ وہ سال میں ایک بار مقررہ دنوں میں بیت اللہ شریف کا حج کریں۔ یہ حج ہر دولت مند مسلمان پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض ہے۔ یہ دراصل دنیا کے تمام ملکوں، نسلوں رنگوں اور طبقوں کے مسلمانوں کا اجتماع ہے۔ جہاں وہ تمام تفریقیں مٹا کر بھائیوں کی طرح ایک ہی خدا کے حضور اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔

اسلام میں یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح رسموں کی بھرمار نہیں۔ اس کی ہر مذہبی تقریب عام فہم اور قابل عمل ہے اور اس طرح ہر مسلمان اپنے خالق کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر سکتا ہے۔

رسم و رواج کی پابندی، ذہنی غلامی اور توہمات کا سرچشمہ ہے دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام رسوم سے خالی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام

کے پیروکار جادو، فال گیری، بت پرستی، قبر پرستی، عناصر پرستی اور تصویر پرستی سے پاک ہیں۔ پھر اسلام نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں محض خدا کا خوف پیدا کیا ہے۔ جس کی بدولت وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی خوف نہیں کھاتے۔

## پاکیزگی اور طہارت

اسلام میں پاکیزگی خدا پرستی سے دوسرے درجے پر ہے۔ اس لحاظ سے کوئی دوسرا مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے جسمانی اور روحانی ہر دو پاکیزگیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایک مسلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے جسم اور روح کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف رکھے۔ وہ اپنے خیالات، تصورات، احساسات اور جذبات سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے۔ اسی طرح اس کا جسم اور لباس بھی ہر گونہ غلاظت، گندگی، گرد و غبار اور دھبوں سے محفوظ و پاک رہے جسمانی اور روحانی طہارت و پاکیزگی کا پہلو بہ پہلو لحاظ ضروری ہے اس طرح اس کے اعمال و معاملات بھی بدسلگی کی غلاظت سے صاف رہیں۔ اور ان میں فریب، دھوکہ، بے ایمانی اور جھانسے کا اثر تک نہ ہو۔

# روحانی پاکیزگی

بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (قرآن ۲۱ : ۲۳۲)

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"پاکیزگی ایمان کا نصف حصہ ہے۔"

"جنت کی چابی نماز ہے۔ اور نماز کی چابی پاکیزگی ہے" آپ ہی کا ارشاد ہے۔ کہ کوئی بھی نماز کامل قلبی محویت۔ اور توجہ کے بغیر ممکن نہیں جب تک انسان کا دل خدا کے سوا باقی ہر قسم کے خیالات سے کلی طور پر خالی نہ ہو جائے۔ پوری توجہ اور محویت نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے کامل قلبی طہارت، پاکیزگی اور صفائی اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ ایک مسلم خدا کی یاد اور دعاؤں میں دنیا اور مافیہا کو فراموش کر دے۔ پس نفس کی پاکیزگی اللہ تعالےٰ کی عبادت کا ضروری جز ہے اور خیالات کی اور اعمال کی طہارت میں صفائی کا اہم کردار ہے۔

# جسمانی صفائی

اگر کسی مسلمان کا جسم ناپاک ہو۔ تو اسے اسلامی شرائط کے مطابق

مذکورہ بالا اسلام کی چند خصوصیات ہیں جو اسے دنیا کے دوسرے ضوابط اخلاق سے بلند کرتی ہیں۔ یہی وہ واحد دین ہے جو آج بھی اپنے پیروکاروں کا تعلق خدا سے قائم کرتا ہے۔ تاہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعض دوسری بے نظیر تعلیمات بھی دے کر آئے۔

"محمدؐ کی نظر نہایت گہری تھی۔ آپؐ نے اپنا سیاسی نظام مضبوطی کے ساتھ منضبط کر دیا۔ اور جب تک آپ کا سیاسی نظام حکومت آپ کے خلفاء کے ہاتھوں میں رہا۔ اس میں معمولی بھی افتراق پیدا نہ ہوا۔ اور اس لحاظ سے نہایت اچھا تھا۔

(روسو: معاہدہ عمرانیت باب دین شہریت)

"محمدؐ بلاشبہ تاریخی انسانوں میں عمل کے لحاظ سے سب سے افضل تھے۔ آپؐ نے بے نظیر اصلاحی انقلاب برپا کیا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ آپؐ اپنے عہد کے تعصبات اور محرکات سے پوری طرح آگاہ تھے۔"

(الیف ایے ڈولے، ہسٹری آف کرائس روڈز صفحہ ۶۳)

"عربی تہذیب نے ایک ہزار سال تک دنیا کی رہنمائی کی۔ اور اس بے مثال کامیابی کا سہرا جس عظیم ترین ہستی کے سر بندھتا ہے۔ وہ اسلام ایسی انقلابی تحریک کے بانی محمدؐ نبی اللہ تھے۔ آپ کے دعوے نبوت کے متعلق لوگ کچھ بھی کہیں۔ اس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپؐ ان تمام سیاست دان مدبروں اور مقننوں سے بزرگ تھے

جن کا ذکر اوراق تاریخ میں ملتا ہے۔" (ایضاً صہ ۲۴۶)

اس جگہ ہم جناب ایف۔ اے رڈلے کا ایک سوال پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

"مستقبل میں کیا ہوگا؟ کیا دنیا کارل مارکس کے فلسفے کی روشنی میں یورپ کے کس نئے نظام پر چلے گی؟ یا یورپ قرون وسطیٰ کی بربریت کا شکار ہو جائے گا۔ جبکہ ایشیا اور کلچر و تہذیب میں اس سے مشابہ ممالک بسرعت تمام کسی ایسی بلند اور پرشوکت اتحاد پرور تعلیم کے ماتحت اتحاد اور عظیم الشان بیداری حاصل کرے گا۔ جیسا کہ اس سے قبل اسلام نے کیا۔ وہ زبردست انقلابی مذہب جس نے تیرہ سو سال قبل ایشیا کو بربریت سے نجات دلائی۔ (ایضاً صہ ۲۵۹)

آج اس بات کو پہلے سے زیادہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ انسان کی ذہنی نشو و نما ہی عظمتوں کا وسیلہ ہے۔ اور جب تک انسان کشمکش اور جد و جہد کے ذریعے عام سطح سے بلند نہ ہو وہ اخلاقی اور روحانی گتھیوں کو سلجھا کر حقیقی عظمت حاصل نہیں کر سکتا۔ اسلام آج بھی حرف بحرف وہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کی زندگی کی ہر حرکت کا علم سچے مسلمانوں کے عمل اور اوراق تاریخ میں محفوظ ہے دنیا آج بھی منتظر ہے کہ آپ کے پیام کو پہلے جذبے اور خلوص کے ساتھ پیش کیا جائے۔ کیا فرزندان اسلام پھر اس زندگی بخش پیام کو لے کر بھٹکی ہوئی انسانیت تک لے جائیں گے؟

# قرآن کی رُو سے علم وحکمت

"جس شخص نے دنیا کے عقائد و مذاہب کا سرسری مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اسلام نے علم وحکمت کو جو احترام بخشا ہے اور جس حد تک ان کے حصول پر زور دیا ہے۔ اس کی نظیر دوسرے کسی الہامی یا فکری نظریے میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس حقیقت نے اسلام کو مذاہب میں امتیاز بخشتا ہے کہ اس نے حصول علم کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

علم کی عظمت واضح کرنے کے لئے قرآن حکیم پوچھتا ہے "کیا علم والے اور جاہل آپس میں برابر ہیں"۔ (۳۹ : ۹)

پھر قرآن نے علم وحکمت کے بلند مقام کو اعلیٰ انداز سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "علم حاصل کرنا ہر مرد وعورت پر فرض ہے۔" "پنگھوڑے سے گور تک علم تلاش کرو۔" "علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین تک جانا پڑے۔"

قرآن حکیم ہی اپنے نام لیواؤں کو حکم دیتا ہے۔ کہ وہ علم کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور مفروضات اور ظنیات کی پیروی نہ کریں۔ اور جو واقعہ ان کے سامنے ہو یا جو خیال ان کے دل میں گذرے گا۔ اسے غور وفکر کے بغیر کبھی قبول نہ کریں۔ کیونکہ ان سے عقائد کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

"لوگو، اس بات کی پیروی نہ کرو۔ جس کا تمہیں یقینی علم نہیں۔ یاد رکھو سماعت۔ بینائی اور قلبی قوتوں کے بارے میں تم سے جواب طلبی ہو گی (۱۷: ۳۶)

آنحضرت صلعم پر وحی ان الفاظ میں ہوئی۔

"اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا

(قرآن ۹۶ : ۵)

یہ آیات علم اور اس کی تحصیل کی اہمیت واضح کرتی ہیں۔ کیونکہ قلم اور پڑھائی دونو علم کی اساس کا کام دیتے ہیں۔" جان لو اللہ تعالے نے طالوت کو تم میں سے منتخب کر لیا ہے۔ اور اس کے علم اور جسم کو وسعت عطا کر دی ہے

(قرآن ۲ : ۲۴۷)

اللہ تعالے نے طالوت کے بنی اسرائیل کے سرداروں پر اس لئے ترجیح دی کہ انھیں دوسروں پر علم اور جسمانی قوت میں فوقیت حاصل تھی۔ اسلامی تاریخ سے عیاں ہے۔ کہ دور اول کے مسلمانوں نے تحصیل و اشاعت علم کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کوشش کی۔ جنگ بدر سنہ ۲ھ میں مسلمانوں نے بہت سے کفار کو قید کر لیا۔ ان کی رہائی کے لیے حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اگر کوئی قیدی ایک مسلم کو لکھنا پڑھنا سکھائے گا۔ تو اسے بلا تاوان رہا کر دیا جائے گا۔ مزید یہ فرمایا کہ اگر ایک قیدی ایک سے زیادہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا۔ تو اتنے ہی قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور آپ نے اس عہد کی پابندی کی۔

مسلمان سپین پر سات سو سال (۷۱۱ - ۱۴۹۲) تک حکمران رہے

انہوں نے اس اثنا میں غرناطہ اور قرطبہ ایسے کئی شہروں میں یونیورسٹیاں قائم کیں۔ علوم و حکمت کے ان سرچشموں سے دور و نزدیک حتیٰ کہ یورپ کے عیسائی ممالک سے طالبانِ علم علمی پیاس بجھانے کے لئے امڈے آتے تھے۔ عباسیوں کے دور میں ۷۵۰ء – ۱۲۵۸ء بغداد علوم کا مرکز بن گیا۔ اور دنیا بھر کے مشہور علما اور فلسفی قدردانی کی بدولت وہاں کھنچے چلے آئے۔ یونانی اور سنسکرت زبان کی اکثر کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ غزنی واقع افغانستان نے غزنوی عہد میں علمی چکاچوند سے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔ سلطان محمود نے اپنے دربار میں ہزاروں مسلم سائنسدان، شعراء، اطباء اور ادیب جمع کئے، اپنی وسیع و عریض سلطنت میں تعلیم گاہیں قائم کیں۔ اور طلبا کے لئے عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

جب تک مسلمان علم کی تحصیل اور سرپرستی میں منہمک رہے۔ وہ دنیا میں آزاد و غالب رہے۔ لیکن جب انھوں نے محنت اور جد و جہد سے منہ موڑ لیا اور علم و تحقیق کی شاہراہ سے بھٹک گئے۔ تو ان کے عروج کا ستارہ زوال پذیر ہو کر آخر نحوست کے بادلوں میں چھپ گیا۔ ان کے زوال کی رفتار تیز ہو گئی۔ اور آج ان کے لئے آخری موقع ہے کہ وہ غفلت کے لحافوں کو اتار پھینکیں۔

اُٹھو! وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا

آج بھی علم ہی گذشتہ عظمت کو واپس لا سکتا ہے۔ اور اس میں

اولین مقام قانونِ شریعت کے علم کو حاصل ہے۔ قرآن کی درج ذیل آیت ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

"(اللہ کے بندے) وہ ہیں کہ جب ان کو اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔" (۲۵، ۷۳)

یہ آیت مطالبہ کرتی ہے۔ کہ مسلمان قرآن کو سمجھیں اور غور و فکر کریں اور ساتھ ہی اس کے احکام کی کماحقہٗ پیروی کریں۔

# قرآن حکیم — تاریخ کا عظیم ترین معجزہ

قرآن حکیم اسلام کی صداقت اور صحت کا زندہ ثبوت ہے۔ قرآنی وحی کی ابتداء ۶۱۰ء کو ہوئی۔ جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ چکے تھے۔ اور یہ سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا جب کہ مشن کی کامیابی کے بعد آپ کا ۶۳۲ء میں انتقال ہو گیا۔ یہ مقدس کتاب ایک سو چودہ سورتوں، تیس پاروں اور قریب قریب اسی ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔

## تحریف سے پاک

قرآن پاک کا متن چودہ سو سال سے غیر محرف و مبدل چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ اسلام کے ایک بڑے دشمن سر ولیم میور کو اپنی تصنیف "لائف آف محمد" میں واشگاف الفاظ میں اقرار کرنا پڑا۔

"اس کتاب (قرآن حکیم - ناقل) کو اس قدر احتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ کہ اس میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی۔ ــــ ہم کہہ سکتے ہیں۔ ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ وسیع اسلامی دنیا کی وسعتوں میں قرآن مجید کی لاتعداد جلدیں پائی جاتی ہیں۔"

اس سلسلے میں ایک دوسرے مستشرق ایف۔ آربتھنوٹ نے لکھا ہے:-

"مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ پیغمبر اسلام کے وصال (۶۳۲ء) سے بیس سال کے اندر اندر قرآن مکمل اور آخری صورت میں مرتب کر لیا گیا تھا اور یہ کسی تبدیلی و تحریف کے بغیر آج تک محفوظ چلا آیا ہے۔ اور کوئی بھی غالی مترجم یا محرف اس کی زیر زبر تک نہیں بدل سکا۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ ہم عہد نامہ عتیق یا جدید کی تمام کتابوں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔"

## تمام زمانوں کے لئے مستقل چیلنج

اسلام نے اپنی صحت و صداقت پر گذشتہ چودہ صدیوں سے اقوامِ عالم کو مقابلے پر للکارا ہے۔ کیا کوئی قوم یا شخص ہے جو اس چیلنج کو قبول کر کے مقابلے پر آئے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:-

"کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر یہ اللہ کے سوائے کسی اور کی طرف ہوتا۔ تو اُس میں بہت اختلاف پاتے۔" (۴ : ۸۲) قرآن

"کیا یہ کہتے ہیں کہ (محمدؐ نے) قرآن خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو تم بھی

اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ - اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی کو مدد کے لیے بُلا سکتے ہو بُلا لو؛ (۱۰ - ۳۸) قرآن

"(اے نبی)، کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اتفاق کر لیں کہ اس قرآن کی مانند ایک نئی کتاب مل کر بنائیں گے - تو پھر بھی وہ اس کی مانند کتاب نہیں بنا سکیں گے - خواہ وہ ایک دوسرے کو پوری پوری مدد دیں۔" (۱۷ : ۸۸) قرآن

مقابلے کی یہ دعوت اللہ تعالےٰ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر ساتویں صدی عیسوی میں دی تھی - اور آج تک کسی شخص کو یہ دعوت قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی - اس کے مقابلے میں بائبل کو دیکھیے - اس کے کئی مختلف متن رائج ہیں - ان کی کم از کم تعداد پانچ ہے - جو ایک دوسری سے کئی امور میں مختلف ہیں - بائبل میں وقت کے ساتھ ساتھ تحریف ہوتی رہی ہے اور اصل بائبل کا کہیں سراغ نہیں ملتا - جس میں ہر ملک میں حسب ضرورت تبدیلی کی جاتی رہی ہے - لیکن اللہ تعالےٰ کے پاک کلام قرآن مجید میں نقطہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی - اور یہ روشن و تابندہ آفتاب ہدایت پوری آب و تاب سے آج بھی اہل ایمان کے قلوب کو روشن اور منکروں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے - اور اس کی حفاظت کا قیامت تک بے نظیر انتظام کر دیا گیا ہے -

ایک اور مستشرق ہیری گیلارڈ ڈارمن لکھتا ہے :-

" قرآن کے الفاظ خدا کے وحی کردہ ہیں - یہ الفاظ جبرائیل کے ذریعے کامل شکل میں (حضرت) محمد (صلعم) پر نازل کئے گئے - یہ ایک دائمی معجزہ بنے قرآن

کی اپنی اور محمد رسول اللہ صلعم، کی صداقت پر زندہ شہادت ہے۔"

ہم غیر مسلم دوستوں کو شہادت دیتے ہیں۔ کہ وہ اسلام کے اس غیر فانی اور بے نظیر پہلو پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ آج بھی اگر کوئی انسان خدا سے تعلق کا آرزو مند ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ قرآن حکیم کے عربی متن کا سوچ سمجھ کر مطالعہ کرے، اگر تم چاہتے ہو کہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی باتیں سنو اور اس کی ہم کلامی کا شرف حاصل کرو تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ قرآن حکیم پڑھ اور سمجھ کر اس کی برکات سے دامن بھر لو۔ کیونکہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ جو کروڑ دو کروڑ جلد دل میں مکمل صورت میں محفوظ ہے۔ اور لاکھوں خوش قسمت مسلمان ایسے ہیں۔ جنھیں یہ پاکیزہ کتاب حفظ ہے اور وہ اسے کسی کتاب کی مدد کے بغیر اول سے آخر تک زبانی پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن حکیم ایک دائمی بے مثل اور بے نظیر معجزہ ہے دُنیا کی یہ واحد آسمانی کتاب ہے۔ جو اسی طرح محفوظ چلی آرہی ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے برعکس دوسری کتب سماوی ان اصل کتابوں کے ناقص تراجم ہیں۔ جو پہلے زمانوں میں نازل کی گئیں۔

**آسمانی نور** اللہ خود نور ہے۔ اس نے اعلان فرمایا ہے۔ کہ قرآن حکیم اس کا نور ہے۔ اگر آپ اپنے سینے آسمانی نور سے منور کرنا چاہتے ہیں۔ اور روحانی بلندی کے طالب ہیں تو قرآن حکیم کی بکثرت تلاوت کیجئے۔

# آسان ترین دین

اسلام وہ واحد دین ہے جس پر ایمان اور عمل انتہائی آسان ہے اسلام قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کے اور خدا کے درمیان کسی پادری کی ضرورت نہیں۔ اور اسی قدر کافی ہے ۔ کہ انسان دل سے اسلام قبول کر کے اس کا اعلان کر دے ،، اسلام پر ایمان کا خلاصہ ، خدا کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہے۔ جس کا نچوڑ مندرجہ ذیل کلمۂ طیبہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

" نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے ۔ محمدؐ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں ،،

جونہی کوئی شخص اپنے دل میں اس عقیدے پر ایمان لے آتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے۔ اسی وقت وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور باقاعدہ اعلان کی غرض و غایت اس قدر ہے کہ اسلامی برادری آئندہ اسے اپنا بھائی اور برادری کا رکن سمجھے ، ورنہ کسی مذہبی رہنما کے سامنے اقرار کی مطلق ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس مسیحی برادری میں شمولیت کے لیے بچے کو بپتسمہ لینا پڑتا ہے ۔ اور جب شادی کی ضرورت پڑے۔ تو پادری کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی طرح وہ اپنے گناہوں کے اقرار

اور دفنانے کے لیے پادری کا محتاج ہوتا ہے۔

اسلام میں نہ ایسی رسوم ہیں اور نہ کسی پادری کی ضرورت ہے۔ ایک بچہ دین فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ پیدائشی طور پر مسلم ہوتا ہے۔ پھر اس کا باپ یا کوئی دوسرا خاندانی عزیز اس کا نام تجویز کرتا ہے۔ شادی کے موقع پر مرد اور عورت یا ان کے نمائندے خود شرائط طے کرتے ہیں۔ اور اس کا اعلان دو گواہوں کے سامنے کرتے ہیں اور اس طرح شادی ہو جاتی ہے۔

اس طرح ایک مسلم جہاں اور جس وقت موزوں ہو تنہا عبادت کر سکتا ہے۔ اور اسے گناہ بخشوانے کے لیے کسی پادری کی سفارش درکار نہیں ہوتی۔ اور براہ راست اپنے خدا سے گناہوں کی بخشش کی التجا کر سکتا ہے اور خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وفات کے وقت اس کے خویش واقارب دوست واحباب اور اہل محلہ جمع ہوتے ہیں۔ اس کی بخشش کے لیے مل کر دعا کرتے ہیں۔ اور پھر اسے ایک صاف کپڑے یا صندوق میں رکھ کر اسے دفن کر دیتے ہیں۔ یہ فرائض ہر مسلمان سرانجام دے سکتا ہے۔ کسی پیشہ ور مولوی کی ضرورت نہیں۔

مختصر یہ کہ ایک مسلم کی زندگی میں اس کے اور اس کے اللہ کے درمیان کسی وسیلے اور سفارش کی حاجت نہیں۔ جب کہ عیسائیت میں قدم قدم پر پادری کی ضرورت پڑتی ہے۔

# علم الاصنام سے آزاد

اسلام واحد دین ہے جو علم الاصنام کی آلائشوں سے پاک ہے۔ یہ اسرار ورسوم کا دین نہیں۔ بلکہ عیاں لائحہ حیات ہے۔ اللہ واحد اور یکتا ہے اور اس کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ کی ذات فوق البشر صفات میں لپٹی ہوئی نہیں۔ مشہور "لاروس انسائیکلو پیڈیا آف مائتھولوجی" میں لکھا ہے۔

"دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو اسلام سے بڑھ کر علم الاصنام کے لیے ناسازگار اور غیر موافق ہو۔ اس کی شریعت کا خشک اور غیر رسمی تصور کم از کم اصولی حد تک انفرادی تخیل کی اڑان اور تصورات کی پرواز سے خارج ہے۔ بے شمار بتوں اور شرک کی ترغیب کو روکنے اور توحید خالص کی ترغیب بقا کے لیے مسلمانوں نے انسانی تصاویر، تماثیل اور مجسمہ سازی کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا۔ پس اس کے برعکس انھوں نے اپنی مصوری کا رخ اقلیدسی اشکال کی طرف موڑ دیا۔ اور اپنے عقائد کو علامتوں اور افسانوں کا رنگ دینے سے انکار کر دیا۔" اٰمنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت

## ایمان کے ستون

ایک مسلمان پانچ بنیادی باتوں کا اقرار کرتا ہے میں ایمان لایا اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر

اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ اچھائی اور برائی کا اندازہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لایا؟

## اسلام کے ستون

ایک مسلمان کو مندرجہ ذیل بنیادی احکام پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

۱۔ اللہ کی واحدانیت

۲۔ دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کی عبادت یا صلوٰۃ۔

ا۔ صلوٰۃ فجر:۔ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک

ب۔ صلوٰۃ ظہر:۔ سورج ڈھلنے سے ایک چوتھائی دن رہنے تک

ج۔ صلوٰۃ عصر:۔ ظہر کے خاتمے سے غروب آفتاب تک

د۔ صلوٰۃ مغرب:۔ غروب آفتاب سے تاریکی چھا جانے تک

س۔ صلوٰۃ عشاء:۔ صلوٰۃ مغرب سے نصف شب تک ہونے سے قبل

۳۔ صیام رمضان یا ماہ رمضان کے روزے۔

مہینہ بھر روزے رکھتے ہیں۔ جن میں پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی اخلاقی برائیوں سے رُک جاتے ہیں۔ شہوانی جذبات کو دباتے ہیں۔ نفس کو برائیوں سے پاک کرتے ہیں امیر و غریب ایک سطح پر آجاتے ہیں۔ اور انھیں اپنے غریب بھائیوں کی فاقہ کشی کا عملی احساس ہوتا ہے۔ اور متواتر ایک ماہ پاکیزہ زندگی سے انسان میں ایک زبردست پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

## ۴۔ زکوٰۃ کی ادائیگی

یہ دراصل دولت مندوں کی دولت پر غریب انسانوں کی مدد کے لئے لازمی ٹیکس ہے۔ اس کی غرض یہ بھی ہے کہ ہر خوشحال انسان اپنے مسکین بھائیوں کے دکھ کو محسوس کرے اور مقررہ زکوٰۃ ادا کرے۔

## ۵۔ بیت اللہ شریف کا حج

آج سے ۵ ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ایک مسجد بیت اللہ کے نام سے تعمیر کی اور لوگوں کو دعوت دی کہ وہ سال میں ایک بار مقررہ دنوں میں بیت اللہ شریف کا حج کریں۔ یہ حج ہر دولت مند مسلمان پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض ہے۔ یہ دراصل دنیا کے تمام ملکوں، نسلوں رنگوں اور طبقوں کے مسلمانوں کا اجتماع ہے۔ جہاں وہ تمام تفریقیں مٹا کر بھائیوں کی طرح ایک ہی خدا کے حضور اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔

اسلام میں یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح رسموں کی بھرمار نہیں۔ اس کی ہر مذہبی تقریب عام فہم اور قابل عمل ہے اور اس طرح ہر مسلمان اپنے خالق کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر سکتا ہے۔

رسم و رواج کی پابندی، ذہنی غلامی اور توہمات کا سرچشمہ ہے دوسرے مذاہب کے برعکس، اسلام رسوم سے خالی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام

کے پیروکار جادو، فال گیری، بت پرستی، قبر پرستی، عناصر پرستی اور تصویر پرستی سے پاک ہیں۔ پھر اسلام نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں محض خدا کا خوف پیدا کیا ہے۔ جس کی بدولت وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی خوف نہیں کھاتے۔

# پاکیزگی اور طہارت

اسلام میں پاکیزگی خدا پرستی سے دوسرے درجے پر ہے۔ اس لحاظ سے کوئی دوسرا مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے جسمانی اور روحانی ہر دو پاکیزگیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایک مسلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے جسم اور روح کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف رکھے۔ وہ اپنے خیالات، تصورات، احساسات اور جذبات سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے۔ اسی طرح اس کا جسم اور لباس بھی ہرگز غلاظت، گندگی، گرد و غبار اور دھبوں سے محفوظ و پاک رہے جسمانی اور روحانی طہارت۔ دپاکیزگی کا پہلو بہ پہلو لحاظ ضروری ہے اس طرح اس کے اعمال و معاملات بھی بدمعاملگی کی غلاظت سے صاف رہیں۔ اور ان میں فریب، دھوکہ، بے ایمانی اور جھانسے کا اثر تک نہ ہو۔

# روحانی پاکیزگی

بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" قرآن (۲: ۲۲۲)

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"پاکیزگی ایمان کا نصف حصہ ہے۔"

"جنت کی چابی نماز ہے۔ اور نماز کی چابی پاکیزگی ہے۔" آپ ہی کا ارشاد ہے۔ کہ کوئی بھی نماز کامل قلبی محویت اور توجہ کے بغیر ممکن نہیں جب تک انسان کا دل خدا کے سوا باقی ہر قسم کے خیالات سے کلی طور پر خالی نہ ہو جائے۔ پوری توجہ اور محویت نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے کامل قلبی طہارت، پاکیزگی اور صفائی اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ ایک مسلم خدا کی یاد اور دعاؤں میں دنیا اور مافیہا کو فراموش کر دے۔ پس نفس کی پاکیزگی اللہ تعالےٰ کی عبادت کا ضروری جزء ہے اور خیالات کی اور اعمال کی طہارت میں صفائی کا اہم کردار ہے۔

# جسمانی صفائی

اگر کسی مسلمان کا جسم ناپاک ہو۔ تو اسے اسلامی شرائط کے مطابق

غسل کیے بغیر مسجد میں جانے اور عبادت کرنے کی ممانعت ہے۔ غسل کا طریق حسب ذیل ہے:

سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر ہاتھوں کو کلائیوں تک دھوئے۔ پھر جسم کے گندے حصوں سے غلاظت کو دھو ڈالے، پھر تین بار کلی کرے۔ نتھنوں میں تین بار پانی چڑھا کر صاف کرے اور پھر تمام جسم کو اس طرح دھوئے۔ کہ ایک بال تک بھی خشک نہ رہے۔ اور بدن سے میل کچیل دھل جائے۔ پھر جمعہ اور عیدین کی نماز سے قبل باقاعدہ غسل کیا جائے۔ احتلام وغیرہ کی صورت میں عبادت یا کوئی کام شروع کرنے سے پہلے غسل کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ موسم کے لحاظ سے کسی وقت بھی غسل کرنے کی اجازت ہے۔ تاکہ انسان پسینے، گرد و غبار اور تھکاوٹ کے اثرات سے پاک ہو جائے۔

اسی طرح ایک مسلم خاتون کے لیے ماہواری کے بعد غسل واجب ہے۔ جس کے بغیر وہ نماز وغیرہ ادا نہیں کر سکتی۔ نیز ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے کہ دن میں پانچوں نمازوں سے قبل وضو کرے، اگر نماز سے پہلے وضو نہ کیا جائے۔ تو نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ وضو کا طریق حسب ذیل ہے:

وضو کرنے والا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پہلے ہاتھوں کو کلائیوں تک دھوئے۔ پھر منہ میں پانی ڈال کر اچھی طرح تین بار کلی کرے۔ پھر ناک میں پانی چڑھا کر اسے بائیں ہاتھ سے اندر سے صاف کرے۔ اس کے بعد چہرے کو پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے

دوسرے کان کی لو تک دھوئے۔ پھر دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھوئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو تر کر کے سر، کانوں اور گردن پر پھیر کر مسح کرے۔ اور آخر میں دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک اچھی طرح دھوئے۔

اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو کہ جہاں پانی دستیاب نہ ہو یا پانی کو چھونے کی صورت میں بیماری یا تکلیف کا خطرہ ہو۔ تو اسے اجازت ہے کہ وضو کی بجائے نماز کے وقت اس طرح تیمم کرے۔ کہ پہلے نیت کر کے پاک صاف مٹی کا ایک کسی قدر بڑا ٹکڑا لے کر پہلے اس پر دونوں ہاتھ مارے اور ہاتھوں کو چہرے پر ملے۔ دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار کر انھیں دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیرے۔ رفع حاجت یا پیشاب کے بعد لازم ہے کہ مخصوص حصّوں کو صاف پانی سے دھو لیا جائے۔ اور دھونے سے قبل پاک مٹی یا ٹائیلٹ پیپر سے غلاظت کو دور کر لیا جائے۔ تو اور بھی بہتر ہے غلاظت کے دھبے یا پیشاب کے قطرے سے جسم اور لباس ناپاک ہو جاتا ہے۔ جسے پانی سے دھو ڈالنا چاہیئے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسواک یا ٹوتھ برش کے ساتھ ہر روز اپنے دانت صاف کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"اگر کوئی شخص نماز کے لیے وضو کرنے سے پہلے مسواک کرے۔ تو اس کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔" ناپاک شخص کو اجازت نہیں۔ کہ وہ قرآن حکیم کو چھوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزگی اور نفاست کا اس

قدر خیال تھا۔ کہ آپ نے پیاز یا مولی کھا کر مسجد میں آنے سے روکا تاکہ کھانے والے کے منہ کی بدبو سے دوسرے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، اس کے علاوہ جمعہ کے روز آپ نے خاص کر غسل کرنے، دُھلے ہوئے کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے کی تاکید کی۔ تاکہ مجلس میں مل کر بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو۔

جسم کے بعد صفائی کے لحاظ سے کپڑوں کا مقام ہے۔ نماز سے قبل لباس کا پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ گندے اور ناپاک کپڑوں سے نماز نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ایک مسلمان پاکیزگی کا انتہائی خیال رکھتا ہے اس کے برعکس مغرب کے مہذب کہلانے والے لوگ ناپاکی کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ اور ان کی پتلونیں پیشاب کے قطروں سے اکثر ناپاک رہتی ہیں اور پیشاب کے قطروں سے کئی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

ایک مغرب زدہ ڈاکٹر مریض کی نبض دیکھنے یا جسم کو چھونے کے بعد ہر بار صابن سے ہاتھ دھوتا ہے۔ لیکن پیشاب کے بعد گندے اور جراثیم آلود قطروں کو دھونے سے بے نیاز ہوتا ہے، کیا تہذیب ہے؟ اب مغربی غسل کو دیکھئے۔ ایک ٹب کو پانی سے بھر لیا جاتا ہے۔ نہانے والا جسم کی غلاظت دور کئے بغیر ٹب میں جسم صاف کرتا ہے۔ اور اس گندے پانی میں نہا کر کپڑے پہن لیتا ہے یہ طریق اسلامی نظافت اور پاکیزگی کا مقابلہ نہیں کرسکتا

خود اللہ تعالےٰ نے اپنی پاکیزہ کلام میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

"اے کمبل میں لپٹے ہوئے! اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی کبریائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک کرو اور ناپاکی سے دور رہو۔"

(۷۴ : ۱ تا ۵) قرآن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو دوسروں کے لیے نمونہ تھا۔ اور آپ قرآن حکیم کے تمام احکام کی پوری پوری پیروی کرتے تھے۔ آپ باقاعدہ غسل کرتے۔ دن میں پانچ بار وضو کرتے اور ہر وضو سے پہلے مسواک سے دانت اور منہ صاف کرتے۔ غسل اور وضو کے بعد آپ ایک خشک صاف کپڑے یعنی تولیے سے بدن پونچھتے۔ آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے۔ جن میں سے ایک کے ساتھ ہاتھ اور چہرہ خشک کرتے اور دوسرے کے ساتھ پاؤں صاف کرتے۔

قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق آپ کے کپڑے بے داغ ہوتے۔ ایک سچا مسلم انسانیت کے اس عظیم رہنما کی پیروی پر اپنا ایمان رکھتا ہے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔" (۳۳ : ۲۱) قرآن

## پاکیزہ غذا

قرآن حکیم نے حکم دیا ہے کہ لوگ سادہ، صاف ستھری اور صحت بخش غذا استعمال کریں۔

"اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال صحت بخش چیزیں کھاؤ اور

شیطان کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (۲:۱۶۸)

جو غذا ناجائز کمائی سے حاصل کی جائے وہ ممنوع ہے کیونکہ وہ جسم اور روح ہر دو کو ناپاک کرتی ہے اور روحانی ترقی ختم کر دیتی ہے پس جب حرام کی کمائی رزق حلال میں شامل نہ ہوگی تو غذا حلال اور طیب ہوگی۔

دراصل اسلام کا منشا یہ ہے کہ جسم و روح کی پاکیزگی کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ جسمانی صفائی کے لئے ضروری ہے جسم یا لباس پر ناپاکی کا دھبہ تک نہ رہے کیونکہ اس صورت میں نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح روحانی پاکیزگی، ذہنی صفائی کے بغیر ناممکن ہے۔ جس کے لئے خیالات کو لچر باتوں سے پاک ہونا چاہیئے پس جسم و روح کی صفائی تکمیل نشو و نما کے لئے اٹل ہے اور اس کے بغیر افراد معاشرہ کا اطمینان قلب ممکن نہیں۔ اسی طرح بے حیائی اور زناکاری سے روکا گیا ہے۔

"زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ یقیناً وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے"

(قرآن ۱۷ : ۳۲)

دورِ اول کے مسلمان ذہنی، جسمانی اور روحانی پاکیزگی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ان کے معاشرے میں بدی کا نام تک نہ تھا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کی مہذب دنیا ان کے قدموں کے نیچے آ گئی۔ اور دنیا کی تین ـــ رومی ایرانی اور مصری ـــ بڑی تہذیبیں اسلام کے ان پاک نفس لشکروں کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔

# ایک مکمل ضابطۂ حیات

اسلام اپنے پیروکاروں کی صحیح رہنمائی اور ہدایت کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے۔ بائبل کے برعکس قرآن حکیم اور احادیث میں فرد اور ریاست کی رہنمائی کے لئے قواعد و قوانین بیان کر دئیے گئے ہیں۔ اور یہ شرف محض قرآن پاک کو حاصل ہے کہ اس نے انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی ہے۔

اسلام قبول کرنے سے ایک شخص نہ صرف خدا کے سامنے جواب دہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ ان اخلاق اور مجلسی اصول کا پابند ہو جاتا ہے جو زندگی کے ہر میدان میں نسل انسانی کی رہنمائی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ایک طرف تو قرآن پاک انسان کا خدا کے ساتھ تعلق بیان کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے مجلسی کردار کی وضاحت کرتا ہے۔ جو اس کے نام لیواؤں کے تعلقات میں توازن پیدا کرتا ہے۔ اور اس طرح ایک متوازن معاشرے کی تخلیق کرتا ہے قرآن و سُنتِ رسول نے ہر گونہ مجلسی، سیاسی، اخلاقی اور مذہبی مساعی کے لئے ایک کامل ضابطہ حیات پیدا کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں ولیم جان ڈریپر لکھتا ہے :-

"قرآن اعلیٰ ترین اخلاقی ہدایات اور تصورات سے بھرپور ہے۔ اس کی ترتیب اس قدر متنوع ہے کہ اس کے ہر صفحہ پر ایسے اصول و

کلیے ملتے ہیں۔ جن کی عظمت کی ہر فرد تعریف وتائید کرے گا۔ اس متنوع ترتیب کی بدولت ہمیں کامل تعلیمات، نصب العین اور ضوابط ملتے ہیں۔ جو ایک عام انسان کی حیات کے ہر شعبے میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔"

قرآن وسنت میں احوال سلطنت کی تفاصیل تک ملتی ہیں۔ چنانچہ نظام حکومت، جنگوں، صلح ناموں، تقسیم وراثت، نکاح وطلاق، محصول کا نفاذ، فوجی بھرتی، کاروبار، قانون سازی اور عدالت وغیرہ کی جزئیات اور تفصیلات ان میں مندرج ہیں۔ اسلامی قانون کے رہنما اصول یہ ہیں:۔

(۱) قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر انصاف کا قیام۔

(۲) اپنے اور اپنے اعزہ کے خلاف بھی شہادت دینا۔

"اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے۔۔۔ ۔۔۔ کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف۔ پرہیزگاری تک پہنچنے کا بہت نزدیکی رستہ ہے۔ اور اللہ کا ڈر رکھو۔ کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔" قرآن (۵ : ۸)

"اللہ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ امانتوں کو اس کے اہل کے حوالہ کر دو۔ اور جب لوگوں کے درمیان حکم کرو۔ تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔" (۴ : ۵۸)

علاوہ ازیں قرآن حکیم میں تعزیرات بھی موجود ہیں۔
اس میں ایک فرد کی مادی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے اصول ملتے

ہیں۔ خدا کی عبادت کا طریق بیان کر دیا گیا ہے۔ خدا کی بخشش رحم اور مدد حاصل کرنے کے لیے اہل ایمان کو دعائیں بتا دی گئی ہیں۔ بعض رسوم کی ادائیگی کے لیے ہدایات بھی موجود ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کو ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح برہمنوں اور پادریوں کے رحم پر نہیں چھوڑ دیا گیا۔

اس کے علاوہ اگر کسی فرد یا معاشرے کی زندگی میں الجھن پیدا ہو جائے تو اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں قوم باہم مشاورت سے اس کا حل تلاش کرے۔ اگر قرآن کی تعلیمات پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ تو انسانی معاشرہ بے نظمی، بے چینی اور خوف سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

یہ ایک خالی خولی نعرہ ہی نہیں۔ ایک صدی تک دنیا کے وسیع خطے پر اسلامی حکومت قائم رہی۔ اور دنیا امن و سلامتی اور عدل و انصاف کی نعمت سے بہرہ ور رہی۔ بلاشبہ ہماری تاریخ میں افراتفری، تشدد اور بے چینی کا زمانہ بھی آتا رہا ہے۔ لیکن اس کا سبب ہمیشہ حاکم یا رعایا کی اسلام سے لاتعلقی رہی ہے۔

آج بھی دنیا بے چینی اور لاقانونیت کا شکار ہے۔ چنانچہ دنیا کی دولتمند ترین اور مہذب ترین کہلانے والی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نسلی فسادات اور غنڈہ گردی کا شکار ہے۔ وہاں لوگوں کی جانیں خطرے میں ہیں۔ دوسرا ترقی یافتہ ملک روس وحشت کے آتش فشاں پہاڑ پر ہے وہاں کسی قسم کی مخالفت برداشت نہیں کی جاتی۔ اور کمیونزم کے مخالف

بلا توقف موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، جب آپ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ ایک بڑھیا نے آپ کا دامن پکڑ کر انصاف طلب کیا۔ آپ نے گردن جھکا دی۔ اس کی شکایت سنی اور تلافی کا وعدہ کیا۔ خلفائے راشدین اور دیگر مسلم سلاطین کا تو ذکر ہی کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی امور سلطنت میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی ایک پر شوکت فاتح اور حکمران تھے۔ لیکن ایک بڑھیا نے ان کے منہ پر کہہ دیا۔ کہ اگر آپ ملک میں امن قائم نہیں رکھ سکتے۔ تو پھر سلطنت سے الگ کیوں نہیں ہو جاتے۔

ہندوستان میں سترھویں صدی میں بادشاہ جہانگیر حکمران تھا، اس نے اپنے دروازے مظلوموں کے لیے کھلے رکھے تھے۔ اور محل کے باہر عوام کے لیے ایک زنجیر عدل لگا رکھی تھی۔ کہ جس کو ضرورت ہو۔ زنجیر کھینچ کر بادشاہ کو اطلاع کر دے۔ وہ اپنی خود نوشت "تزک جہانگیری" میں لکھتا ہے۔ کہ ایک ہندو عورت نے زنجیر کھینچی، محل میں گھنٹی بجی، میں نے بلا تامل اس عورت کو بلا لیا۔ عورت نے بتایا کہ آگرہ کا پولیس کمشنر اس کی بہو کو بلا وجہ پریشان کر رہا ہے۔ میں نے پتہ معلوم کر لیا۔ اور رات کو اکیلا عورت کے مکان پر جا پہنچا۔ پولیس افسر موجود تھا۔ میں نے اسے گرفتار کر لیا۔ اگلے دن دربار میں مجرم کو پیش کیا گیا اور سب کے سامنے اسے قتل کروا دیا گیا۔ اسلامی تاریخ سے اس قسم کے بے شمار واقعات

دہرائے جا سکتے ہیں۔ جن سے اسلامی عدل وانصاف کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

آج بھی سعودی عرب میں اسلامی قانون نافذ ہے اور اسے ایک زندہ مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس بے آب وگیاہ وسیع ملک میں آبادی بکھری ہوئی ہے۔ لیکن اسلامی قانون کی وجہ سے جرائم شاذ ونادر سرزد ہوتے ہیں۔ وہاں اسلامی شریعت کے مطابق انصاف کا حصول آسان، ارزاں اور فوری ہے۔ "جس انصاف میں تاخیر ہو وہ انصاف ہی نہیں رہتا!" جیسا کہ انگریزی طرز پر قائم شدہ عدالتوں میں ہوتا ہے مقدمات پلے ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات فریقین فیصلہ سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں عدلیہ انتظامیہ سے کلی آزاد ہے، اور قاضی (جج) حکومت کے سربراہ کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا ہے۔ چنانچہ خلفائے راشدین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو ان کے زمانے کے قاضیوں نے عدالت میں طلب کیا۔

موجودہ دور میں جب کہ انسان سائنس کی ترقی سے مرعوب ومبہوت ہے اسلام اپنے فرزندوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ کسی پابندی اور بندش سے بے نیاز ہو کر سائنس کے ہر میدان میں تحقیق وتدقیق کے گھوڑے دوڑائیں۔ اسلام کی تمام تاریخ میں کسی شخص کو گلیلیو یا کوپرنیکس کی طرح ہدفِ ظلم وستم نہیں بنایا گیا۔ اسلام ان اشخاص کو قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتا ہے جو "آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں۔" (۱۹۱ : ۳) اور قرآن پاک نے

سائنس کے تمام اساسی علوم کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

# اسلامی نظامِ معاش

انسانی زندگی کا انحصار ضروریاتِ حیات کی فراہمی اور منصفانہ تقسیم پر ہے، یہ مسئلہ مختلف زمانوں اور ملکوں میں صدیوں سے انسانی توجہ کا مرکز چلا آرہا ہے۔ دُنیا کے بہترین دماغوں نے ہر دَور میں اس پر غور کیا لیکن یہ مسئلہ حل نہ ہوسکا۔ وقت کے گزرنے اور آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ دولت اور اس کی تقسیم کا مسئلہ پیچیدہ ہوتا گیا۔ اس مسئلہ کے پیشِ نظر دو اہم مگر متضاد نظریے (۱) سرمایہ داری اور (۲) اشتراکیت (سوشلزم) ظہور میں آئے۔ یہ دونوں نظریے انسان کا معاشی مسئلہ حل کرنے کی بجائے انسان کی لوٹ کھسوٹ پر منتج ہوگئے ہیں۔

سرمایہ داری پیداوار کے معاملے میں انفرادی آزادیٔ عمل کی مدعی ہے اور چونکہ اس سلسلے میں وہ افراد پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ اس لیے شترِ بے مہار آزادی کی بدولت قوموں، گروہوں اور افراد نے ایک دوسرے کے خلاف لوٹ کھسوٹ کے محاذ قائم کر رکھے ہیں۔ اور ان لکھ پتیوں کے لکھوکھا ہم وطن اُن کے تشدّد کی چکی میں پِس رہے ہیں قوموں کے خوشحال افراد قوموں کی قسمتوں کے مالک ہیں۔ اور انھوں نے اپنے ذاتی مقاصد کی حفاظت اور ترقی کے لئے ملکوں کی سیاسی، معاشی

اور مجلسی قوتوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔

اس کے برعکس اشتراکیت (سوشلزم) عام انسان کی دیانت، صلاحیت، قابلیت، انصاف اور خلوص سے مایوس ہو چکی ہے۔ اس لیے وہ اس بات کی حامی ہے کہ پیداوار اور صرف کے تمام ذرائع حکومت کے پنجۂ اقتدار میں ہوں۔ اس نظام نے بھی انسان کو سیاسی اور معاشی آزادی سے محروم کر دیا ہے اور وہ حکومت واقتدار کی مشین کا ایک بے بس پرزہ بن کر رہ گیا ہے۔ چونکہ اشتراکیت مقابلے اور مخالفانہ تنظیموں کا مخالف ہے اس لئے ایک فرد کو یہ آزادی نہیں کہ وہ حسب منشا پیشہ اختیار کر سکے یا اپنی ضروریات خود متعین کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس میں تخلیقی جذبے کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور معاشرہ ہمہ گیر زوال و انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس عمل سے ذہین افراد کا ایک طبقہ ابھرتا ہے۔ جو نفسیاتی پروپیگنڈے اور تصرف سے پوری قوم کو ذہنی اور معاشی غلام بنا دیتا ہے۔ اشتراکیت کا تمام نظام روٹی کے گرد گھومتا ہے۔ وہ سادہ لوح اور بے خبر عوام سے ہمیشہ یہ سوال کرتے ہیں :-

"غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا۔ یہ روٹیاں کون مہیا کر سکتا ہے"

اور وہ خود ہی جواب دیتے ہیں۔ "صرف سوشلزم ہی روٹی دے سکتا ہے" قرآن حکیم کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

"شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے۔ اور برے کام پر خرچ کرنے

کا مشورہ دیتا ہے۔ اور اپنی طرف سے گناہوں کی معافی اور بڑھ کر دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ بڑی گنجائش والا سب حالات جاننے والا ہے"

(۲ : ۲۶۸) قرآن

چونکہ ان نظریات کی اساس کسی اخلاقی یا روحانی نظام پر نہیں ہے اس لیے ان کی نظر میں ہر وہ ذریعہ اچھا ہے جو دولت کے حصول میں معاون و مددگار ہو۔ اور ان کا اپنا اصول یہ ہے۔ "ہر وہ طریق جائز ہے جس سے مقصد پورا ہو جائے۔" ان کی زندگی کا محور طبعی خواہشات کی تکمیل ہے۔ انھوں نے انسان کو ایک مجلسی حیوان بنا دیا ہے اور اس معاشرے میں دیانت، ہمدردی، قربانی اور انصاف کے لیے کوئی مقام نہیں۔

اسلام بھی انسان کے معاشی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں انسانی زندگی دولت کی پیداوار اور صرف کے گرد نہیں گھومتی۔ بلکہ یہ کسی بلند تر مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مگر اسلام دولت کے خلاف نہیں۔ اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے قدرتی وسائل سے پورا پورا فائدہ اٹھائے۔ اسلام کی رو سے ایک انسان کا حق ہے کہ وہ روزی کمانے کے لیے حسب خواہش، زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرے۔ لیکن اسلام کے پیش نظر ایک روحانیت اور اخلاق پر مبنی بلند سوسائٹی کا قیام ہے۔ اسی لیے وہ حصول و صرف دولت میں ناجائز ذرائع اور وسائل کا شدید مخالف ہے۔

**پیداوار** اسلام کے مجلسی اور معاشی ڈھانچے میں فرد کو مرکزی اور اہم مقام حاصل ہے۔ اسے پیشہ اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے لیے اور اپنے کنبے کے لیے روزی کمائے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "جو محنت کرکے روزی کماتا ہے وہ خدا کا دوست ہے۔" "سخاوت کرنے والے کا بالائی ہاتھ مانگنے والے کے نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔" ایک مسلمان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ غربا بالخصوص محتاجوں، مسکینوں، یتیموں اور بیوگان کا خیال رکھے وہ اشیائے صرف پیدا کرتا ہے اور اس میں حاجت مندوں کو شریک کر لیتا ہے۔

**۲۔ طبقاتی امتیازات کا خاتمہ** اسلام اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ غیر محدود دولت کا احساس اکثر انسان کو خودسری، سنگ دلی اور تشدد پر آمادہ کرتا ہے۔

"بلاشبہ انسان سرکش ہو جاتا ہے، جب کہ وہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج نہیں سمجھتا۔" (۹۶ : ۶) قرآن

اس لیے اسلامی ریاست کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کا انتظام کرے۔ تاکہ معاشرہ سرمایہ دار اور نادار، دو طبقات میں بٹ کر رہ جائے۔

"جو مال اللہ نے اپنے رسول کو اہل مدینہ سے دلایا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اور قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں

کے لیے ہے تاکہ وہ دولت مندوں ہی میں گھومتا رہے۔" (۵۹ : ۷)

اسی طرح اسلام غیر محدود دولت جمع کرنے کو بھی روکتا ہے اور اس ضمن میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"مسلمان آپ سے سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ راہ حق میں کس قدر صرف کریں؟ کہہ دیجئے جو تم ضرورت سے بچا سکتے ہو۔" (۲ : ۲۱۹)

اسلام معاشی مساوات کی بجائے معاشی انصاف پر زور دیتا ہے۔ اور جائز مسابقت اور مقابلے کی مواقع بہم پہنچاتا ہے۔

۱۹۳۶ء میں آئین میں ترمیم کرتے وقت روس کی کمیونسٹ حکومت نے یہی راستہ اختیار کیا۔ اس سے پہلے معاشی میدان میں ان کا نعرہ یہ تھا کہ "ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق کام لیا جائے اور ضرورت کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔" لیکن یہ نعرہ نبھ نہ سکا تو اس کی جگہ یہ نعرہ تجویز ہوا۔ "ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق کام لیا جائے اور کام کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔"

۱۹۳۶ء کے بعد تنخواہوں میں امتیاز شروع کر دیا گیا۔ اور یہ نظام اب مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گیا ہے۔ مختلف افراد کی تنخواہوں اور معیار زندگی میں نمایاں فرق موجود ہے۔ اور معاوضہ کا یہ فرق ایک سے بیس تک کی نسبت میں موجود ہے۔ اور اب لوگوں کو اجازت ہے کہ وہ زائد رقوم بنکوں میں جمع کرائیں۔

معاشی انصاف کے علاوہ اسلام نے آمدنی کے ناجائز ذرائع و وسائل

اور لوٹ کھسوٹ کا بھی سدِباب کیا ہے۔

اسلام میں معاشی نظام کی اساس درج ذیل امور پر ہے:۔

(۱) حرمتِ سود (۲) ادائے زکوٰۃ (۳) راہِ خدا میں خیرات، (۴) مساکین پروری (۵) مادہ پرستی سے نفرت۔

**۴۔ سُود**

حصولِ دولت کے ممنوعہ ذرائع میں سود کو اوّلین مقام حاصل ہے۔ سود خوری بدترین شیطانی آلہ ہے۔ جس سے کمزور اقوام اور افراد کو ذلت و غربت کی زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے۔ اسلام تجارت کا حامی ہے۔ لیکن سود خوری کا دشمن ہے۔ سودی کاروبار سے انسان دشمن، شریر النفس، مکار، دولت مند طبقے، کمزور اور محتاج اقوام کی روزی، ترقی اور سیاسی قوت پر تصرف اور قبضہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور نسلِ انسانی سود کو ترک کر کے اور قرضہ حسنہ اختیار کر کے آزادی حاصل کر سکتی ہے۔ یہ سودی کاروبار اکثر بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کے ذریعے پھلتا پھولتا ہے۔

یہ سودی ادارے حفاظت اور لالچ کی آڑ میں دولت سمیٹ لیتے ہیں۔ اس سے کارخانے چلاتے ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کی دولت ہی سے ان کی جیبیں خالی کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ترقی یافتہ اقوام ترقی پذیر اقوام کو قرضوں کا لالچ دیتی ہیں۔ اور مختلف حیلوں سے انھیں محتاج بنائے رکھتی ہیں۔ اس نظام کی جگہ بیت المال یا قرضہ حسنہ کی صورت میں کاروبار کو ترقی دی جا سکتی ہے۔ اسلام کی رو سے جہاں سود ممنوع ہے۔ وہاں

سود کی رقم دینے اور لینے والے دونو قابل مذمت ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور خیرات میں برکت بھی ہے۔ اللہ ناپاکوں اور مجرموں کو درست نہیں رکھتا۔" (۲ : ۲۷۶)

### ۴۔ ذخیرہ اندوزی

سرمایہ دارانہ نظام کی دوسری بڑی خرابی ذخیرہ اندوزی ہے۔ سرمایہ دار لوگ ضروریات زندگی کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ اور جب لوگ قلت کی وجہ سے ان کی زیادہ سے زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اسنے مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ اس طرح اخلاقی پستی، خود غرضی اور سنگ دلی کی نشوونما میں مدد ملتی ہے۔ چونکہ اسلام کا منشا محبت، ہمدردی بے غرضی اور قربانی جیسے اخلاق فاضلہ کی نشوونما ہے۔ اس لیے اس نے ذخیرہ اندوزی کی شدید مذمت کی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

"اللہ تعالیٰ متکبر اور شیخی خور انسانوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو مال جمع کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی کنجوسی پر ابھارتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو نعمتیں دے رکھی ہیں ان کو چھپا چھوڑتے ہیں۔"

(۴ : ۳۶ — ۳۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے۔"

چونکہ اسلام گردشِ زر کا حامی ہے اس لیے اس نے اکتنازِ سیم و زر کی مذمت کی ہے۔

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اسے راہِ حق میں خرچ نہیں کرتے۔ تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔"

اس طرح کسبِ دولت کے جن ذرائع سے مفید اشیاء میں اضافہ نہیں ہوتا یا نفسِ انسانی کو کوئی اخلاقی یا روحانی فائدہ نہیں پہنچتا وہ اسلام میں ممنوع ہیں۔ ان میں جوا بازی۔ سٹہ۔ شرط لگانا۔ سمگلنگ، چور بازاری، لاٹری۔ رشوت ستانی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح مضرِ صحت و اخلاق اشیاء کا کاروبار غیر اسلامی فعل ہے۔ چنانچہ شراب و منشیات کی فروخت، سور کے گوشت کا کاروبار، فحش کاری کے اڈوں کا قیام، جوا خانوں کا چلانا سب غیر اسلامی حرکات ہیں۔

## ۵۔ گردشِ سرمایہ

"جو اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے مالِ غنیمت دلایا۔ تو وہ اللہ کے لئے اور رسول کے لیے اور قریبیوں کے لئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے دولت مندوں کے اندر نہ پھرتا رہے۔" (۵۹ : ۷)

"اور اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور قریبیوں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس کے بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے دہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہے۔"

(۴ : ۳۶)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کسی شخص کو مسلمانوں کی خدمت پر مامور کیا جائے اور وہ ناداری اور بدحالی کے وقت ان کی ضروریات پوری نہ کرے تو اللہ اس کی حاجات کی تکمیل اور مقصد برآری میں مدد نہیں کرے گا۔" (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دروازے پر یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ہمسائگی کی حدود گرد و نواح کے چالیس گھروں تک ہیں۔ (ابوداؤد)

آنحضرت صلعم کے ارشادات کے مطابق ایک مسلم پر ہمسایہ کے حقوق حسب ذیل ہیں:

(۱) مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرے (۲) روپے کی حاجت ہو تو پوری کرے (۳) اس کے کام میں ہاتھ بٹائے۔ (۴) بیماری کی حالت میں عیادت اور تشفی کے لئے جائے (۵) فوت ہونے پر تجہیز و تکفین میں شرکت کرے (۶) خوشی کے وقت اسے مبارک باد پیش کرے۔ (۷) اس کے گھر میں موت کی صورت میں ماتم پرسی کرے (۸) اس کی اجازت کے بغیر اپنا مکان اونچا نہ کرے تاکہ اس کی ہوا نہ رک جائے (۹) اپنے لیے پھل خریدے تو ہمسائے کے پاس بھی تحفہ بھیجے (۱۰) گھر میں کھانے کی خوشبو سے ہمسایہ کا دل نہ دکھائے۔ اور اس صورت میں اس کے ہاں بھی کسی قدر بھیج دے۔ (احیاء العلوم امام غزالی)

آنحضرت صلعم نے فرمایا: "جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ ہمسائے کی تکریم و احترام کرے۔"

(بخاری و مسلم)

"وہ شخص سچا مسلم نہیں جس کی زبان اور ہاتھ سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں کسی کو اس حالت میں شکم پری پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے۔ جب کہ اس نے بھوکے ہمسائے کا خیال نہ کیا ہو" (ابن کثیر)

"اللہ تعالےٰ اس بستی کی حفاظت سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ جس میں ایک بھی شخص رات کو بھوکا سوئے اور صبح کو بھوکا اٹھے۔"

(مسند امام احمد حدیث ۴۸۰۰)

مذکورہ بالا اقتباسات سے ذیل کی باتیں واضح ہوتی ہیں :-

۱۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو دولت انھیں دی جاتی ہے اس میں یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور غریب رشتہ داروں کا حصہ ہے ایسا نہ ہو کہ یہ دولت مسلمانوں کے ایک مخصوص اور محدود سرمایہ دار طبقے میں گھومتی رہے۔ دولت خوشحال لوگوں میں مرکوز نہ رہے بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے بتائے ہوئے نادار دن تک بھی پہنچے۔

۲۔ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق کسی بستی میں فرد واحد بھی بھوکا نہیں رہنا چاہیئے۔ اور اگر کسی جگہ لوگوں کی بے نیازی سے ایک بھی مفلوک الحال انسان بھوکا رہے گا۔ تو اس بستی سے خدا ناراض ہو جائے گا۔ پس ان لوگوں سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ جو بھوکوں کو کھانا نہیں کھلاتے اور ناداروں کی شکم پری اور حاجت روائی نہیں کرتے۔

اگر مسلمان اللہ تعالےٰ کے احکام اور حضرت نبی اکرم صلعم کے ارشادات پر

عمل کریں۔ تو کوئی بھی مسلمان روٹی اور کپڑے کا محتاج نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ دولت مندوں کا فرض ہے کہ وہ ناداروں کی ضروریات پوری کریں۔ ان ارشادات کی غرض وغایت لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنا ہے۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں اور دینی بھائیوں کی مدد کریں۔ کہ وہ اپنی مشکلات پر قابو پالیں اور ناموافق حالات سے نجات حاصل کرلیں۔

مسلمانوں کو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے دامن میں پناہ لینے کی کوئی حاجت نہیں۔ انھیں چاہیئے۔ کہ وہ اپنے عزیزوں اور قریب و دور کے ہمسایوں کے مفاد کی حفاظت کے لیئے خدا اور رسول کی تعلیمات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔ پھر متمولین کا فرض ہے کہ وہ غربا کی دیکھ بھال کریں۔ اور اگر وہ خدا و رسول کے احکام کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہیں۔ تو پھر حکومت کو چاہیئے کہ ان کی مدد کرے اور شہریوں کی ضروریات زندگی پوری کرے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ اسلام ایسے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ جو دولت کے طبعی اور منصفانہ حصول اور تقسیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

## ۶۔ زکوٰۃ یا حق مساکین

اسلام کی رو سے سرمایہ داروں کی دولت میں غربا اور مساکین کا حق ہے۔ جسے زکوٰۃ کا نام دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ در اصل اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے اور ہر خوشحال مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کے لیے زکوٰۃ ادا کرے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔

"دولت مندوں کی دولت میں سوالیوں اور مساکین کا مقررہ حصہ ہے۔"

اسلام کی رُو سے یہ حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔ کہ وہ ہر سال دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور حاجت مندوں، محتاجوں اور دوسرے مستحقین پر تقسیم کرے۔ زکوٰۃ سالانہ آمدنی پر نہیں۔ سال بھر پڑی رہنے والی رقم پر لگائی جاتی ہے۔ قابلِ زکوٰۃ اشیاء میں سونا چاندی، زرائج الوقت سکہ، سامانِ تجارت، زیورات، مویشی اور زرعی پیداوار وغیرہ شامل ہیں۔ زکوٰۃ کی شرح مختلف اشیاء کے لیے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کی شرح ۲½ فی صد ہے۔ اور زرعی پیداوار پر ۵ سے ۱۰ فی صد تک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے "زکوٰۃ دولت مندوں سے لی جائے اور غرباء میں تقسیم کر دی جائے۔" پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بھی دولت پر مزید ٹیکس لگایا جا سکتا ہے۔

## وراثت

گردشِ سرمایہ کا ایک اور اہم ذریعہ قانونِ وراثت ہے ایک انسان کی طبعی خواہش اور تڑپ ہوتی ہے کہ وہ روپیہ کمائے اور کسی قدر اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے بچا کر رکھے۔ بال بچوں کی محبت محنت اور حصولِ دولت کی سب سے زبردست محرک ہے۔ اسلام اس جذبے کا مخالف نہیں۔ کیونکہ اس کا گلا گھونٹنے سے ترقی، نشوونما اور تخلیقی جدوجہد کا بہت حد تک خاتمہ ہو جائے گا

جب ایک انسان مال و دولت اور زمین وغیرہ چھوڑ دیتا ہے۔ تو اس کا اثاثہ اس کے بچوں، بیوی، والدین، بھائیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح دولت متواتر معاشرے میں بٹتی رہتی ہے۔ دولت زیادہ دیر تک ایک شخص کے پاس پڑی نہیں رہتی۔ اور غریب مگر ذہین افراد کو موقع ملتا رہتا ہے کہ اچانک سرمایہ ملنے سے اپنی حالت بہتر بنا سکیں۔

**مالیہ** ایک کاشتکار کو اس زمین سے استفادے کا موقع ملتا ہے، جو دراصل تمام قوم کی ملکیت ہوتی ہے۔ اسی طرح حکومت زرعی پیداوار پر مالیہ وصول کرتی ہے اور اس طرح دولت گردش کرتی رہتی ہے اسی طرح فیکٹری کی پیداوار پر بھی ٹیکس لگایا جا سکتا ہے۔

اس طرح اشیائے درآمد و برآمد پر کسٹم، ٹیکس، مال غنیمت، چھپے خزانے لاوارث مال، لاوارث شخص کا اثاثہ وغیرہ بھی سرکاری خزانے میں چلے جاتے ہیں اور رقم گردش کرتی رہتی ہے۔

گو ایک شخص کو بعض قیود کے اندر رہتے ہوئے خوب دولت کمانے کی اجازت ہے۔ تاہم اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ جس طرح چاہے اسے ضائع کرے، اسے جوا کھیلنے کی اجازت نہیں۔ وہ شراب نوشی نہیں کر سکتا۔ نہ ہی اسے بدکاری اور منشیات پر دولت لٹانے کی اجازت ہے اور باوجودیکہ وہ زندگی کی نعمتوں سے استفادہ کر سکتا ہے، لیکن اسے عیش و عشرت پر دولت صرف کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ کیونکہ یہ امور اس کی ذات، خویش واقربا اور معاشرے سب کے لیے نقصان رساں ہیں۔

## خیرات

اسلام نے خیرات پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ بیماریوں اور بلاؤں کے رد اور قصوروں کی معافی کے لیے راہ خدا میں غریبوں اور مسکینوں کی امداد کی ترغیب دی جیسا کہ فرمایا۔

"تم حقیقی معنوں میں نیک نہیں بن سکتے۔ یہاں تک کہ اپنی پیاری دولت کو راہ خدا میں خرچ نہ کرو۔" (آل عمران)

"یہ کتاب ہدایت ہے نیکو کاروں کے لیے جو ان دیکھے خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو رزق ہم نے دیا ہے اسے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔" قرآن (۲ : ۳)

اللہ حکم دیتا ہے کہ ان لوگوں کو بلا سود قرض (حسنہ) دو جو اپنی حاجات کے لیے سرمایہ کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھائے اللہ ہی رزق میں تنگی یا فراخی دیتا ہے۔ اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔"

قرآن (۲ : ۲۴۵)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو دیکھیے، جو قرضہ آپ کسی حاجت مند کو دیتے ہیں۔ اس کا احسان وہ بے نیاز ذات اپنے پر سمجھتی ہے۔ گویا کہ وہ قرضہ آپ نے اسے ہی دیا ہے۔ غرباء سے اس سے بڑھ کر محبت اور رفاقت کیا ہو سکتی ہے؟ اور قرضہ حسنہ کی اس سے بڑھ کر ترغیب کیا ہو سکتی ہے۔ قرآن کھلے الفاظ میں ان سرمایہ داروں کی مذمت کرتا ہے۔ جو اپنا مال راہ خدا میں صرف نہیں کرتے۔

"ہلاکت ہے اس بہتان طراز گنہگار کے لیے۔ جو دولت کماتا اور جمع کرتا جاتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ ساتھ دے گی ایسا تو ہرگز نہیں ہوگا۔ یقیناً اسے جھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔"

(۱۰۴ : ۱ - ۴) قرآن

**مسکین پروری** مسلمانوں کو مساکین و غربا کی پرورش کی ترغیب و تعلیم دی گئی ہے گردشِ زر کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص روزہ توڑ دے۔ اور اس میں روزہ رکھنے کی سکت نہ ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اسی طرح کچھ دوسرے گناہوں کی سزا بھی مسکینوں کی شکم پری کرتا ہے۔ اور جو لوگ اپنے دروازوں سے مسکینوں کو دھتکار دیتے ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا ہے :-

"کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے، یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا؟"

(۱۰۷ : ۱ - ۳) قرآن

"اور جو کچھ تم خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہو وہ تمہیں لوٹا دیا جائیگا اور تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی۔ خیرات اُن لوگوں کے لیے ہے جو خدا کی خاطر تنگ حال ہو چکے ہیں۔ اور سفر کرنے کے قابل نہیں۔ جو لوگ روز و شب خفیہ اور علانیہ دولت خرچ کرتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں ہے اور انھیں نہ خوف ہوگا اور نہ غم (۲ : ۲۷۲ - ۲۷۴)

جو لوگ دولت جمع کرتے ہیں اور غربا پر خرچ نہیں کرتے وہ اپنے خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونگے اس کی مثال خدا نے قارون کے واقعہ کی صورت میں بیان کی ہے۔

"قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ لیکن وہ ان پر سختی کرتا تھا۔ اور ہم نے اسے اس قدر دولت دے رکھی تھی۔ کہ ان کا بوجھ بمشکل کئی آدمی اٹھا سکتے تھے۔ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اسے کہا۔ غرور نہ کر۔ اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔ اور دوسروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر مہربانی کی ہے۔ اور زمین پر فساد نہ پھیلا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس نے کہا میں نے یہ دولت اپنے علم کے زور سے پیدا کی ہے پھر وہ ٹھاٹھ و شوکت کے ساتھ قوم کے سامنے نکلا۔ پس ہم نے اسے اور اس کی حویلیوں کو زمین میں غرق کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابل اسے کوئی مددگار نہ ملا اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا۔ (۲۸ : ۷۶ ۔ ۸۲) قرآن

اسلام دولت کی محبت کی بجائے اس سے بے رُخی اور بے نیازی سکھاتا ہے۔ تاکہ لوگ دولت کے دیوانے اور شیطان کے پجاری نہ بن جائیں۔ ایک مسلمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ کس طرح خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ نہ کہ اسے زمین کے نیچے یا بنکوں میں جمع رکھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"دنیا مردار کی مانند ہے اور اس کے طالب کتوں کی طرح ہیں۔"

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے جب کبھی ضرورت پیدا ہوئی۔ اپنی زیادہ سے زیادہ دولت راہ خدا میں قربان کی۔

مذکورہ بالا اصولوں پر تمام اسلامی ریاستوں نے اپنے اپنے دور میں کم و بیش عمل کیا۔ اور یہ دور کوئی ایک ہزار سال تک قائم رہا۔ تمام شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، ترکی، عرب، ایران، وسطی ایشیا اور ہندوستان میں آٹھویں صدی سے اٹھارویں صدی عیسوی تک اسلام کے معاشی اصول کسی نہ کسی صورت میں کارفرما رہے۔ ان ریاستوں میں سود اور بنکوں کا کاروبار نہ تھا۔ زکوٰۃ باقاعدہ اکٹھی ہو کر مستحق لوگوں میں تقسیم ہوتی تھی۔ اس زمانے میں فاقہ کشی سے اموات عنقا تھیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے گرد اگرد مستر ہمسایوں تک کسی کو بھوکا نہ رہنے دے۔ اس کے علاوہ خیرات کا عام اور کثرت سے رواج تھا۔

اسلام میں دو سالانہ خوشی کے تہوار ہیں۔ (۱) عیدالفطر (۲) عیدالاضحیٰ عیدالفطر ماہ رمضان کے مہینہ بھر روزوں کے بعد منائی جاتی ہے۔ اسے عیدالفطر اس لیے کہتے ہیں۔ کہ ہر کھاتے پیتے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نماز عید سے پہلے خاندان کی طرف سے ۲ سیر فی کس کے حساب سے ناداروں کو فطرانہ ادا کرے۔ تاکہ معاشرے کا غریب طبقہ بھی مسرت میں شریک ہو سکے اور چند گھنٹوں میں کروڑوں روپے کی گردش ہو جائے۔ اسی طرح عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہر صاحب مال کنبے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم

ایک جانور کی قربانی دے۔ اور اس کا تہائی گوشت قوم کے غربا میں تقسیم کرے۔

قرونِ اولیٰ میں قرضِ حسنہ فراخدلی سے دیا جاتا تھا۔ اسلامی ریاستیں خوشحال اور شاہراہِ ترقی پر گامزن تھیں۔ اور ہندوستان کی مغلیہ سلطنت اور ترکی عثمانی حکومت اپنی عظمت اور خوشحالی کی وجہ سے عالم بھر میں مشہور تھیں۔ خوشحالی کا یہ دور چند دن کی بات نہ تھی۔ بلکہ اس نے صدیوں تک دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کیا۔ دنیا اسلام کے تابندار عہد کو اور اسلام کے فرزندوں نے جہالت، توہم پرستی، وحشت، بربریت اور غلامی کے خاتمے میں جو کردار ادا کیا۔ اسے کیسے فراموش کر سکتی ہے۔ مگر اٹھارویں صدی کی ابتدا میں زوال اور انحطاط کا دور شروع ہو گیا۔ زندگی کی حرکت تھم گئی اس کا سبب ناقابلِ فہم نہیں ہے۔ "ہر کمالے را زوالے"

تاریخ کا فیصلہ ہے اسلامی نظریہ حیات کو ترک کر دیا گیا۔ مسلم ریاستیں ایک دوسری کی دشمن ہو گئیں۔ اس کا نتیجہ زوال کی شکل میں نکلا۔ عقل کے اندھے مغرب زدہ لوگ اس زوال کا سبب اسلام کا ناقابلِ عمل ہونا بتاتے ہیں۔ یہ خود فریب نام کے مسلمان اسلام پر کبھی عمل نہیں کرتے اس لیے وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیا انھوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اسی اسلام نے ایک ہزار سال تک حکومت کی اور انسانی تاریخ کا یہ ہزار سالہ دور اپنی شان و عظمت کے لحاظ سے حیاتِ انسانی کا سنہری دور تھا۔

ایک ناقابلِ عمل دین اس قدر ریاستوں کا اس قدر طویل عرصے کے

ہے کس طرح نظم و نسق چلا سکتا تھا۔ مغربی تہذیب کی عمر دو صدیوں سے زیادہ پرانی نہیں۔ لیکن اس کا زوال شروع ہو چکا ہے۔ انگریز جنوبی ہند میں دو سو سال اور شمال میں ایک سو سال سے زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکا جب کہ اسلام کی حکومت کوئی نو سو سال رہی؛ ان حالات میں کونسا زیادہ قابل عمل ثابت ہوا۔ اسلام یا مغربی نظام حیات؟

اسلام کے نقطہ چین دو قسم کے ہیں (۱) اندرونی اور (۲) بیرونی اول الذکر برائے نام مسلمان ہیں۔ جو دین اسلام پر ہرگز عمل نہیں کرتے وہ نماز کے قریب نہیں جاتے، انھیں روزے سے سروکار نہیں اور کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ دراصل وہ اسلام کی مخالفت اور اس کی جڑوں پر کلہاڑا چلا رہے ہیں۔ دوسرا گروہ غیر مسلموں کا ہے۔ جس کا مقصد جماعت اسلام کا مٹانا ہے۔

یہ ملت اسلامیہ کے نام چیلنج ہے۔ اگر مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر ثابت قدم ہو جائیں اور اپنی زندگیاں اسلام کے احکام کے مطابق ڈھال لیں۔ تو دنیا کی کوئی طاقت اسلام کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ خدا کے راستے پر استقامت اور استحکام ملت سے زوال کو عروج میں بدل سکتا ہے۔

## اسلام کی عالمگیری

کسی دین کے عالمگیر ہونے کا دارومدار کئی ایک عناصر پہ ہے ان

ہیں سے اہم یہ ہیں :-

(۱) ایک تاریخی نبی کا وجود

(۲) تعلیمات

(۳) مناسک و مراسم

(۴) عالمی امن میں اس کا کردار

(۵) استخلاص انسان

۱- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو خاص خاص ملکوں اور قوموں کے لئے بھیجا۔ جناب یسوع مسیح کو بالخصوص بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا۔ اسی لیے آپ نے اسرائیلی "بچوں" کی روٹی غیر اسرائیلی "کتوں" کے آگے ڈالنے سے انکار کر دیا آپ کا مشن بنی اسرائیل یعنی یہودیوں تک محدود تھا۔ جیسا کہ متی کی انجیل میں ہے۔

"لیکن اس نے جواب دیا۔ اور کہا میں تو صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (۱۵ ، ۲۴)

اس کے برعکس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قوموں اور ملکوں کی طرف تمام زمانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اسلام کا پیغام تمام نسل انسانی کے لئے ہے قرآن حکیم کی اولین آیت اعلان کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام اقوام کا یکساں ربوبیت کرنے والا ہے وہ کسی خاص قوم نسل یا فرقے کا خدا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام اقوام کے

لئے نبی اور رسول ہیں۔

"اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (۷: ۱۵۸)

"تمام قوموں کے لئے نذیر۔" (۲۵: ۱)

چنانچہ آپ کو رحمۃ للعالمین کا لقب دیا گیا۔ یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے "تمام اقوام کے لئے رحمت" بنایا۔ اس لیے اسلام کا پیغام کسی خاص ملک، قوم یا زمانے تک محدود نہیں۔

۲۔ اسلام کی تعلیمات اس قدر آسان اور سادہ ہیں کہ ان پر دنیا کے ہر خطے میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان نماز کے لیے کسی مسجد، مولوی یا پجاری کا محتاج نہیں۔ وہ دنیا کے کسی پاک صاف مقام پر اکیلا اللہ تعالیٰ کی نماز ادا کر سکتا ہے۔ جب کہ دوسرے مذاہب کے پیروکار گرجوں، مندروں اور کلیسوں اور آتش کدوں کے حاجت مند ہیں۔ نماز سے پہلے وضو ضروری ہے۔ اور وضو کے لیے پانی درکار ہوتا ہے۔ لیکن پانی نہ ہونے یا تکلیف کی صورت میں صاف مٹی سے تیمم کی اجازت ہے۔ پھر یہ نماز کھڑے، بیٹھے یا لیٹے اشاروں سے بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

## روزہ

ماہ رمضان کے روزے ارکان اسلام میں سے ہیں۔ اور ان کا رکھنا ہر بالغ تندرست مسلمان پر فرض ہے۔ یہ مہینہ قمری سال کا حصہ ہے۔ جو ۳۶۰ دنوں کا ہوتا ہے۔ اس لئے کبھی رمضان کا مہینہ گرمیوں میں آتا ہے اور کبھی سردیوں میں۔ اور اس طرح عام طور پر کمزوروں کو بھی اس کے رکھنے کی آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر شمسی حساب سے

روزے رکھے جاتے - اور ہر ملک میں ہمیشہ ایک جیسا گرم یا سرد موسم رہتا - تو مشکل پیش آتی - موجودہ صورت کسی خاص ملک کو مستقل شکایت نہیں - اور دنیا کے ہر خطے میں روزے رکھے جاتے ہیں - پھر بیماری اور کمزوری کی وجہ سے روزہ معاف ہو جاتا ہے -

۳ - حج کے موقعہ پر رسوم و مناسک حج چھوٹوں، بڑوں، امیروں غریبوں سب کے لیے یکساں اور آسان ترین ہیں - تمام حاجیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کا لباس ترک کر کے اپنے آپ کو دو ان سلی سوتی چادروں سے ڈھانپ لیں - اس طرح رنگ، نسل، دولت اور ملک کے امتیازات ختم ہو جاتے ہیں - اور نسل انسانی ایک حیرت انگیز حد تک یکسانی، اخوت اور برادری میں ڈھل جاتی ہے - دنیا کا کوئی دوسرا مذہب یہ نظارہ پیش نہیں کرتا - حج کا موسم بھی بدلتا رہتا ہے - کیونکہ رمضان کی طرح حج کا مہینہ بھی قمری سال کا مہینہ ہے -

۴ - عیدین کے موقعہ پر تمام مسلمان نماز کے لیے ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں - دولت اور عزت کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور تمام کندھے سے کندھا ملا کر اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں - من و تو کا امتیاز مٹ جاتا ہے جس کسی کو جہاں جگہ ملتی ہے کھڑا ہو جاتا ہے کوئی شخص دوسرے کو دھکیل کر آگے نہیں بڑھ سکتا کسی کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں ہوتی - اور یہ منظر تمام عالم میں مسلمانوں کی ہر چھوٹی بڑی بستی میں دیکھا جا سکتا ہے اسلامی احکام سب کے لیے یکساں ہیں - اور کوئی شخص ان کی

گرفت سے باہر نہیں رہ سکتا

## اسلام — سلامتی کا دین

اسلام رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکانے کا نام ہے۔ اسلام قبول کرنے والا مسلم کہلاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ہر قسم کی جسمانی اور ذہنی غلامی سے محفوظ اور آزاد ہو گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ ہر قسم کی ستائشوں کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہے۔ جو کسی ایک قوم کا نہیں تمام اقوام کا پالنے والا ہے۔

"بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔" (القرآن)

"اے بنی نوع انسان! تمام کے تمام اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔" (القرآن)

"اللہ تعالیٰ بدی کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی فساد پھیلانے والوں کو۔" (القرآن)

"امن و نسق قائم ہو جانے کے بعد دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔ اور خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔" (القرآن)

اسلام کی عظمت کا اندازہ اس وسیع المشربی اور رواداری سے لگ سکتا ہے جو اس نے دوسرے مذاہب کے متعلق دکھائی ہے۔

"دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی کا فرق نمایاں ہو چکا ہے۔" (القرآن)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں پر وحشیانہ ظلم کیے گئے۔ انھیں دکھ پر دکھ دیے گئے۔ بائیکاٹ کیا گیا۔ اور ستم کے پہاڑ گرائے گئے۔ بعض کو اذیت پہنچا کر مار ڈالا گیا۔ اکثر کو جان و ایمان کی حفاظت

کے لیے گھر بار اور بال بچوں کو چھوڑنا پڑا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان سمیت تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور ہونا پڑا۔ پھر خلق عام سے بچنے کے لیے آپ نے مسلمانوں کو مدینہ کی ہجرت کا مشورہ دیا۔ آپ نے مخالفین کی مخالفت میں انگلی تک نہ اٹھائی۔ اور ان کے مظالم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف رواداری کی تعلیم دی۔ بلکہ اسے قانون کی شکل دے دی۔ تمام مفتوح اقوام کو آپ نے عبادت کی آزادی عطا کی، مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلانا۔ اسلام کی روح ہی کے خلاف ہے۔"

مسلمانوں نے ۷۱۲ء سے ۱۸۵۷ء تک ہندوستان پر کوئی ہزار سال حکومت کی۔ اسی طرح سپین سات سو سال تک اسلام کے زیر حکومت رہا لیکن مسلمانوں نے کبھی بھی غیر مسلموں پر اپنا مذہب ٹھونسنے کی کوشش نہ کی۔ نہ ہی انھوں نے حکومت میں تبلیغی محکمے قائم کیے۔ اگر مسلم سلاطین اسلام کی تبلیغ کرتے اور اس کے پھیلانے کے لیے تلوار سے کام لیتے تو ہندوستان کی اکثریت مسلمان ہوتی۔ اس کے برعکس مسلمان اب بھی اقلیت میں ہیں۔ اس کے برعکس وسطی اور جنوبی افریقہ کی لادین آبادی صرف دو صدیوں میں عیسائی مشنریوں کی تبلیغ اور تحریص سے عیسائی ہو چکی ہے۔

اسلام رنگ، نسل اور مرتبہ کے امتیاز کے بغیر ان تمام لوگوں کو مساوی حقوق اور کامل آزادی دیتا ہے جو اس کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ قرآن کی تعلیم ہے

"تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔"

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس فرمان خدا کو ہمیشہ عملی جامہ پہنایا۔

غلامی نسل انسانی میں نامعلوم زمانے سے موجود تھی۔ اور مغرب کے بعض ممالک میں انیسویں صدی کے نصف تک غلام معاشرے کا جز تھے۔ یونانیوں اور رومیوں میں غلامی پورے شباب پر تھی۔ اور غلام ان کے معاشی نظام کا ناگزیر حصہ تھے۔

افلاطون اور اس کے بعد ارسطو نے غلامی کا جواز دلائل سے ثابت کیا۔ کہ جس طرح انسانوں اور حیوانوں میں جسمانی اور ذہنی فرق موجود ہے۔ اور انسان حیوان سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح مختلف انسانوں کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور وہ ان سے کام لے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر گئے۔ کہ خود یونانیوں میں باہمی فرق ہو سکتا ہے پھر یونانیوں کو غلام کیوں نہ بنایا جائے۔

ان کے برعکس اسلام کہتا ہے۔

"ہم نے انسان کو بہترین اندازے پر پیدا کیا ہے" (۹۵ : ۴)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ بلاشبہ تم میں سے خدا کی نظر میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک متقی ہے" (۴۹ : ۱۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر ۲۳ فروری ۶۳۲ء کو عرفات کے میدان میں فرمایا۔

"میں زمانہ جاہلیت کی تمام رسوم و رواج کو پاؤں تلے روندتا ہوں۔

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدمؑ) ایک ہے۔ ملک ونسل کے لحاظ سے عرب کو عجمی پر اور عجمی کو عرب پر کوئی بزرگی حاصل نہیں۔ سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر اور سیاہ کو رنگ کے لحاظ سے سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کا پیمانہ صرف خدا کا خوف ہے۔" (مسند احمد بحوالہ سیرۃ النبی ؐ)

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان بلا امتیاز، رنگ، نسل، ملک اور مرتبہ نیک اور فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ سب میں ترقی اور نشو ونما کی کم و بیش یکساں استعدادیں ہوتی ہیں۔ اور اسلام کی نظر میں سب مساوی ہوتے ہیں۔

اسلام سے پہلے کسی مذہب نے غلاموں کی بہتری اور انسداد غلامی کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر تعلیم نہ دی۔ یہودیت، عیسائیت اور ہندو مت، اسلام سے صدیوں پہلے آئے۔ لیکن ان میں غلاموں کی فلاح و بہبود کی تعلیم نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں غلامی کا رواج تھا۔ اور جو لوگ ایک بار غلام بنا لیے جاتے تھے۔ وہ تا مرگ غلامی کی ظالمانہ زنجیروں میں جکڑے رہتے۔ اسی طرح عیسائی کلیسا نے غلامی کو روا اور جاری رکھا۔ اور صرف انسان دوست لادینی تحریکوں کی بدولت یورپ اور امریکہ میں شخصی غلامی کا خاتمہ ہوا۔ پادریوں نے غلاموں کو اپنے آقاؤں کی کامل اطاعت کا درس دیا۔ اور غلامی کے انسداد اور غلاموں کی حالت بہتر بنانے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا۔ اور عیسائی سلاطین، پادریوں اور ملکی قوانین کے ماتحت غلاموں کی حالت چوپاؤں اور خانگی ظروف سے بہتر نہ تھی۔

گذشتہ دو عالمی جنگوں میں قتل و غارت کا مقصد نوآبادیوں (نئی

منڈیوں اور نفع بخش سرمایہ کاری کے لیے نئے میدانوں کا حصول تھا۔
دراصل یہ یورپ اور امریکہ کی سفید اقوام کی باہمی جنگ تھی۔ تاکہ وہ ایشیا اور افریقہ کی کمزور اور غیر ترقی یافتہ اقوام پر تسلط قائم کریں یا اسے برقرار رکھیں۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۶۷ء میں جو خفیہ دستاویزیں شائع کی گئیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سر انتھنی ایڈن نے ۱۹۳۵ء میں حبشہ میں اوگاڈن کا علاقہ پیش کیا۔ "اگر وہ جنگ کی دھمکیوں سے باز آ جائے۔ آج بھی محض ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں دو کروڑ نیگرو باشندے نسلی امتیاز کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اور ایک رنگ کے سکولوں، ریسٹورانوں، نہانے کے تالابوں وغیرہ میں دوسرے رنگ کے لوگوں کے داخلے بند ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نسلی فسادات کی بھٹی میں نیگرو باشندوں کو جھونکا گیا۔ اور بیس سے زیادہ شہروں میں پولیس لوٹ کھسوٹ، آتشزنی، عصمت دری، قتل و غارت کے واقعات روکنے سے لاچار ہو گئی اربوں ڈالر کی جائداد راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ نقصان زیادہ تر نیگروں باشندوں کا ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ دنیا کا دولت مند ترین اور ترقی یافتہ ملک ہے لیکن وہاں کے نیگرو باشندے سیاسی، معاشی، ثقافتی، مجلسی اور تعلیمی سہولتوں سے محروم ہیں۔

انڈیا (بھارت)، کی حکومت لادین (سیکولر) ہونے کی دعویدار ہے لیکن وہاں آئے دن غیر ہندو اقلیتوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ مکانوں کو جلایا اور جائدادوں کو لوٹا جاتا ہے۔ اکثریت کے غنڈے عورتوں کو اغوا کر کے ان کی عصمت کو لوٹتے ہیں۔ وہاں فرقہ وارانہ فسادات معمول بن چکے ہیں۔ لیکن جہاں جہاں آج بھی مسلم ریاستیں قائم ہیں وہاں نسلی اور

مذہبی فسادات شاذو نادر ہیں۔

اسلام چونکہ جابروں اور ظالموں کے خلاف مقہور، مجبور، مظلوم اور تباہ حال غربا کا حامی ہے۔ اس لیے خود سر قریش کے برعکس ان کے غلاموں اور شہر کے غربا نے اسے خوش آمدید کہا۔ ان میں بلال، خباب، یاسر، عمار، صہیب رضی اللہ عنہم اور مکے کے کئی دوسرے غلام شامل تھے۔ ان کے مالکوں نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں انھیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ بلالؓ کو ان کا آقا اُمیہ بن خلف گرمیوں میں عرب کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا تاکہ آپ اسلام کو چھوڑ دیں۔ لیکن آپ نے اسلام ترک نہ کیا۔ اور آپ کی زبان سے "احد احد (خدا ایک ہے)" کی آواز نکلتی، باوجودیکہ آپ کو زنجیروں سے باندھ کر کوڑوں سے پیٹا جاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یورپ کے متعصب مستشرقین نے اسلام کو نہ صرف غلط سمجھا ہے بلکہ دشمنی کی بنا پر اسے غلط رنگ دے کر دنیا میں پیش کیا ہے اور یہ دجل وتلبیس اس حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود کیا گیا ہے کہ مغربی دنیا کی تمام ترقی پسند تحریکوں، یعنی اصلاح کلیسا، احیائے علوم، بلاسود معیشت، انسداد شراب نوشی، شہنشاہیت اور پاپائیت کا خاتمہ، سد باب غلامی، فلاح نسواں، عالمگیر انسانی حقوق، ازدواجی قوانین، مجلسی اور معاشی انصاف وغیرہ کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہے۔ گو اس کے اقرار میں بخل برتا گیا ہے۔ تاہم صداقت کا آفتاب ہمیشہ کے لیے کذب وافترا کے بادلوں کے پیچھے چھپایا نہیں جاسکتا۔ اور ایک وقت آئے گا جب دنیا اس عظیم مذہب کا خلوص نیت سے مطالعہ کرے گی۔ اور اسے تمام امراض

کا حل جان کر قبول کرے گی۔

اسلام ہی واحد دین ہے جو امن اور عالمگیر برادری کا علم بردار ہے۔ اس لیے آپ بھی خدا کی یکتائی اور انبیاء بالخصوص آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائیے۔ اور انسانیت کو ہلاکت اور فساد سے بچانے کے لیے عالمی برادری کا سنہری دور لانے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیے۔

## اسلامی تہذیب و ثقافت

غیر اسلامی ثقافتوں کی اساس موسیقی، رقص و سرود، شاعری وغیرہ فنونِ لطیفہ پر ہے۔ جن کی غرض محض حیوانی سفلی جذبات کو ابھارنا ہے۔ اسلام کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اس کی اساس روحانی اور اخلاقی اقدار پر ہے۔ اس میں سب سے زیادہ زور بندے اور خدا اور بندے اور بندے کے باہمی تعلقات کی صحت اور استواری پر دیا گیا ہے۔

کئی ایک غیر مسلموں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلام کی تعلیم کا گہرا مطالعہ کیا ہے ان میں سے مشہور مفکر جارج برنارڈ شا کی رائے ہے:۔

"اگر آئندہ سو سال تک انگلینڈ بلکہ یورپ پر کسی کے حکومت کرنے کا امکان ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ کیونکہ اس میں زبردست زندگی کی قوت پائی جاتی ہے میری نظر میں یہی ایک دین ہے جو بدلتے ہوئے حالات سے پنپ سکتا ہے اور ہر دور کے تقاضے پورے کر سکتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا کوئی شخص موجودہ

دنیا کی قیادت سنبھال لے تو وہ موجودہ عالمی مسائل اس طرح حل کرے گا کہ دنیا میں امن و مسرت کا دور دورہ ہو جائے۔

مسٹر لامتن کا کہنا ہے:۔

میرا یقین ہے کہ اسلام کو دوسرے تصورات پر فوقیت حاصل ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ عالم اسلام میں شراب نوشی بند ہے۔ عالمگیر اخوت ہے۔ سود کی مذمت پائی جاتی ہے۔ اور مسلمان اپنے نبی کے علاوہ تمام دوسرے نبیوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔"

میجر آرتھر گلین لیونارڈ فرماتے ہیں:۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو جہالت کی پستیوں سے اٹھا کر صداقت و روشنی کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ یہ محض نظریہ ہی نہیں بلکہ عملی دین ہے۔

## مثالی نبیؐ

۱۔ آخری نبی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بے نظیر نبی اور رسول ہیں آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے آپ کے بعد سطح ارضی پر کوئی نبی ظاہر و مبعوث نہیں ہو گا۔ خدا کی شریعت مکمل ہو چکی ہے اور زندگی کا آسمانی دستور العمل آپ پر کامل صورت میں نازل ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد نبوت کا مدعی کذاب و مفتری ہے۔

۲۔ عالمگیر عمل کا بانی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اقوام عالم کے تمام انبیا پر ایمان لائیں۔ کوئی بھی مسلمان کسی نبی کے خلاف نازیبا لفظ منہ سے نکالنے کا مجاز نہیں۔ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو تاکید کی۔ کہ وہ تمام انبیا کو عزت و احترام سے یاد کریں۔ پس مسلمان تمام انبیاؑ کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں۔ ان میں سے چند

سے غریب، اور معمولی انسان آپ تک آزادی سے چلے جاتے۔ ملنے والے کو آپ پہلے سلام کہتے، لوگ آپ کے حسن سلوک سے کھنچے چلے آتے۔ ایک دفعہ ایک غریب بڑھیا نے راستے میں آپ کو روک لیا۔ اپنے دکھڑے بیان کئے۔ اور آپ کو دیر تک بازار میں روکے رکھا۔

۶۔ سپہ سالار۔ آپ عظیم سپہ سالار اور ماہر حرب تھے۔ جس قدر جنگوں میں آپ نے حصہ لیا۔ آپ فوج کے آگے ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف آپ جس قدر مہمات لے کر گئے۔ ہمیشہ کامیاب لوٹے۔ ایک جنگ میں آپ کی ہدایات نظر انداز کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو عارضی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم دشمن کو انجام کار میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔

۷۔ بہترین نمونہ۔ آپ واحد نبی اللہ ہیں۔ جن کے حالات زندگی پیدائش (۵۷۱ء) سے وفات (۶۳۲ء) تک پوری طرح محفوظ ہیں۔ آپ کی حیات طیبہ کا کوئی دور تاریخ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ مثالی کردار اور خلق عظیم کے حامل تھے اور آپ شرافت اور نیکی کا مجسمہ تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی زندگی کو دنیا کے لئے اسوۂ کامل کے طور پر پیش کیا ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

"رسول اللہ کی حیات طیبہ ان لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (قرآن ۳۳: ۲۱)

# آپؐ کا اسم مبارک

آپ کا نام محمدؐ تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اس کا مطلب ہے "انتہائی تعریف کیا گیا" یہ اس ہستی کی عظمت اور بزرگی پر شاہد ہے جسے یہ نام دیا گیا ہے دوسرے کسی نبی کا نام اس کے روحانی مقصد کا عکاس نہیں۔ آدم کا مطلب ہے گندمی رنگ کا، جو محض ان

کے جسمانی رنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نوح کا مطلب آرام و سکون ہے لفظ اسحاق
مسرت کا اظہار ہے اور یعقوب وہ ہے جو کسی کے بعد آئے۔ موسیٰ جو پانی سے نکالا گیا ہو
یوحنا طویل العمر کو کہتے ہیں۔ عیسیٰ کے معنے سرخ رنگ کے ہیں۔ یہ الفاظ روحانی اہمیت
اور نبوت کے منصب کا اظہار نہیں کرتے۔ دوسری طرف لفظ محمد کا مادہ حمد ہے جس
کے معنے نیکی میں فضیلت، شان و شوکت میں بلندی، حلیم طبعی اور کرم و فیاضی کے ہیں
چونکہ آپ کو تمام اوصاف حمیدہ کا مظہر بننا تھا۔ اس لئے الہام الٰہی سے آپ کا نام
محمد رکھا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن پاک کا ارشاد ہے "ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔" (۹۴:۵)
کروڑوں مسلمان روئے زمین کے ہر حصے میں شب و روز آپ کا نام لیتے ہیں آپ پر درود و
صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اور دن میں کم از کم پانچ نمازوں میں آپ کا اسم مبارک زبان پر لاتے ہیں
شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس آیت کا ذیل کے شعر میں کس عمدگی سے مفہوم ادا کیا ہے

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے    رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

دنیا کی مساجد کے میناروں سے آنحضرت صلعم کا نام بلند کیا جاتا ہے اور جب بھی کسی
مسلمان کے کان میں یا زبان پر یہ نام آتا ہے تو وہ فوراً صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں
آپ پر سلام بھیجتا ہے پس اسم محمد جہاں میناروں سے اذان میں پکارا جاتا ہے وہاں زبانوں
کی زینت بھی بنایا جاتا ہے گویا دنیا میں کسی دوسرے نبی کا نام اتنی بار دہرایا جاتا ہے
کارلائل کو جب اپنے لیکچر "ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ" کے لئے موضوع کی تلاش ہوئی تو تمام
انبیاء میں ان کی نگاہ انتخاب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ٹھہری عیسائی
ہونے کے باوجود وہ آنحضرت کی عظمت سے اس قدر متاثر ہوا۔ اسے دیگر تمام انبیاء کو
نظر انداز کرنا پڑا۔

**معراج۔** حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جسد عنصری کے ساتھ براق دیق سے
مشتق ہے کے ذریعے پہلے بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ لے گیا۔ وہاں سے آپ کو ساتوں آسمانوں

سے بالاتر سدرۃ المنتہیٰ گئے، اپنے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا۔ "پھر اللہ نے اپنے بندہ خاص پہ جو چاہا نازل کیا۔" "آپ کے قلب نے جو کچھ دیکھا اسکی تصدیق کی۔" (۵۳: ۱۰-۱۱)
معراج کا واقعہ آپ کی ہجرت سے ایک سال قبل ۶۲۲ء کو ۵۲ سال کی عمر میں ۲۷ رجب کی رات کو پیش آیا۔ آپ حطیم کعبہ سے جبرئیل کے ساتھ براق پہ اڑے۔ آپ نے خلا میں سے گزر کر ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ اور جنت کا نظارہ کر کے سدرۃ المنتہیٰ سے بالاتر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ یہ تمام واقعہ چند لمحات میں انجام پا گیا۔ موجودہ سائنسدان صرف چاند تک پہنچ سکے ہیں۔ لیکن انہیں آسمانوں کا کوئی علم نہیں۔ مگر آنحضرت صلعم اس تمام کائنات سے گزر کر حظیرۃ القدس تک جا پہنچے۔ اس سے آپ کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے

شق القمر۔ "چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے" (۵۴: ۱)

کفارِ مکہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ دکھائیں۔ اپنی بعثت کے نویں سال ۶۲۲ء کو، آپ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کچھ اصحاب اور دشمنوں نے اپنی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھا۔ لیکن کفار نے اسے شعبدہ اور جادو قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اپنی نظروں کی تکذیب کی۔ دورِ حاضر کے انسان نے اپنا قدم چاند پر رکھ دیا ہے اور خدا نے اپنے نبی کی درخواست پر چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ لوگوں نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ان میں سے منکرین نے تعصب و ہٹ دھرمی سے اسے سحر و شعبدہ قرار دے دیا۔

آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا۔ آپکی حیاتِ طیبہ میں کم از کم چھ بار ساتھیوں نے پیاس کی شدت محسوس کی۔ آپ نے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالا۔ اور پانی چشمہ کی طرح پھوٹ نکلا۔ اور اس طرح سینکڑوں انسانوں نے پیاس بجھائی اور وضو کیا۔ سنہ ۶ھ ۶۲۸ء میں آپ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ پانی ختم ہو گیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ قریب ہی ایک خشک... کنواں موجود ہے۔ آپ چل کر کنوئیں کے پاس آئے اور کلی بھر

پانی طلب کیا۔ آپ نے پانی منہ میں بھر کر کوئیں میں ڈال دیا۔ بس پھر کیا تھا کوئیں کی تہ سے پانی پھوٹ پڑا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کنواں بھر گیا۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے۔ آپ کے صحابہ کی تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ یہ تمام جماعت ہفتہ بھر تک اپنی ضروریات کے مطابق پانی لیتی رہی۔ اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلاتی رہی۔ مگر پانی میں کمی واقع نہ ہوئی۔

بعض اوقات جب آپ جا رہے ہوتے تھے تو پتھر اور درخت آپ کے سامنے احتراماً جھک جاتے تھے۔ جب آپ صحرا میں سے گذرتے۔ تو صحرا کے جانور آپ کے گرد جمع ہو جاتے آپ ان کی بولی کو سمجھتے۔ ایک دفعہ کئی اشخاص کی موجودگی میں ایک اونٹ دوڑ کر آپ کے پاس آیا۔ اور کراہنا شروع کر دیا۔ آپ نے اس کے مالک کو بلا کر کہا۔ کہ اونٹ شکایت کر رہا ہے کہ اسے چند دنوں سے خوراک نہیں ملی۔ اور بہت بھوکا ہے۔ مالک نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ اور پانی غذا مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ایک بار ایک ہرنی آئی اور شکایت کی کہ کسی صحابی نے اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ نے شخص مذکور کو فوراً بچے لوٹانے کا حکم دیا۔ آپ مسجد نبوی میں لکڑی کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے آپ نے ایک منبر بنوا لیا۔ اور اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو ستون جدائی سے رو پڑا۔ اس کے بلکنے اور کراہنے کی آوازیں آتی تھیں۔ اس پر اس کا نام حنین الجزع (رونے والا تنا) پڑ گیا۔ یہ غیر معمولی کیفیت دیکھ کر سب ہکے بکے رہ گئے۔ پیغمبر خدا سے جدائی کی وجہ سے ستون کو زندگی ملی۔ اس میں احساسات و جذبات ابھرے اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ آپ منبر سے اترے اور شفقت سے ستون پر ہاتھ پھیرا۔ اس پر ستون نے چلانا چھوڑ دیا۔ پھر اسے آنحضرت صلعم کے حکم سے کاٹ کر منبر کے قریب دفن کر دیا گیا۔

آپ کی برکت سے دودھ کے ایک پیالہ سے ایک مجمع اشخاص کا پیٹ بھر گیا۔ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی کھانے کو کچھ نہ ملا

میں ایک بازار میں گیا اور ایک طرف بیٹھ کر ہر آنے جانے والے کو دیکھنے لگا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی۔ آنحضرت صلعم کا ادھر سے گزر ہوا اور آپ میری نظروں سے مجھے دیکھا اور میری تکلیف کا اندازہ کر لیا۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ جب آنحضرت صلعم حجرہ میں پہنچے تو وہاں دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤں اور صحن مسجد سے تمام اصحاب صفہ کو بلا لاؤں۔ جب تمام اہل صفہ بیٹھ گئے۔ تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ ہر ایک کے پاس پیالہ لے جاؤں اور سب بھر کر پینے کو کہوں۔ یہ لوگ شب و روز خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ اکثر دنوں تک فاقے کرتے اور مسجد میں ایک چبوترے پر رہنے کی وجہ سے اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ ان کی تعداد ایک سو کے قریب تھی۔ ان میں سے ہر ایک نے جی بھر کر دودھ پیا۔ اور جب سب سیر ہو چکے تو پیالہ تب بھی لبالب بھرا تھا آپ تو رحمت عالم تھے۔ آپ نے فرمایا "ابوہریرہ اب میں اور تم ہی باقی ہیں" آپ نے مسکرا کر پیالہ مجھے دیا اور فرمایا کہ "تم بھی جی بھر کر پیو" میں نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ آپ نے پھر اصرار کیا تو میں نے پھر پیا حتیٰ کہ پیٹ میں مطلق گنجائش نہ رہی۔ سب سے آخر میں آنحضرت صلعم نے پیالہ منہ کو لگایا تو دودھ ختم کر دیا۔ یہ مثال کس قدر لطف اور برکت کی دلیل ہے۔ اس قسم کی آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں بے شمار مثالیں ہیں جن کی اس مختصر سی کتاب میں اشاعت کی گنجائش نہیں۔

آپ کی برکت سے ایک روٹی اسی آدمیوں کے لئے کافی ثابت ہوئی۔ جب ۵ھ میں مدینہ کے باہر خندق کی لڑائی جاری ہو رہی تھی۔ تو مسلمانوں کے پاس کئی دن تک کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حتیٰ کہ بھوک سے درد کو کم کرنے کے لئے خود آنحضرت صلعم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ آپ کے ایک بڑے صحابی ابو طلحہ نے یہ دیکھ لیا۔ انہوں نے یہ ماجرا اپنی بیوی سے بیان کیا۔ اور کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضور کے لئے روٹی تیار کی جائے اس نے کسی کا کام کر کے کچھ جو حاصل کئے۔ پھر جو پیسے اور ایک روٹی تیار کی۔ اس خاتون نے اپنے فرزند انس کو بھیجا کہ تنہائی میں آنحضرت صلعم کو گھر پہ کھانے کی دعوت دے۔ انس

حاضر خدمت ہوئے تو آپ کئی صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ وہ خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس پر آنحضرت نے پوچھا کہ کیا تمہیں ابو طلحہ نے دعوت کے سلسلے میں بھیجا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے تمام صحابہ کو اپنے ساتھ طلحہ کے ہاں چلنے کو کہا۔ انس دوڑ کر پہلے گھر پہنچ گئے اور والدین کو حالات سے آگاہ کیا۔ طلحہ آگے بڑھے اور آنحضرت کے کان میں کہا کہ گھر میں صرف ایک روٹی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ نے گھر میں داخل ہو کر طلحہ سے فرمایا کہ وہ عکّا (گھی کا برتن) لے آئے۔ برتن لایا گیا۔ تو آپ نے اسے روٹی پر الٹ دیا۔ روٹی پر صرف چند قطرے گرے۔ آپ نے دعا کی تو روٹی بڑھنے لگی۔ باری باری دس دس کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ اور اس طرح اسی اشخاص نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

# چند پیشگوئیاں

آپ نے بہت سی پیشگوئیاں کیں جو حرف بحرف نکلیں۔ اس مختصر سی کتاب میں ہم سب یا اکثر بیان کرنے سے معذور ہیں۔ صرف چند ایسی پیشگوئیاں بیان کی جاتی ہیں جن سے تاریخ عالم میں انقلاب واقع ہو گیا۔ ۶۲۷ء میں جنگ احزاب کے موقع پر فیصلہ کیا گیا۔ کہ دشمنوں کا حملہ روکنے کے لئے شہر کے گرد خندق کھودی جائے۔ آپ نے خندق کی حد مقرر کرنے کے لئے ایک لکیر کھینچ دی۔ اور کھدائی کے لئے صحابہ میں کام تقسیم کر دیا۔ کھدائی کے دوران ایک چٹان آ گئی۔ مسلمانوں نے ہر چند اسے توڑنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ چٹان کو چھوڑ کر ٹیڑھی خندق کھودی جائے۔ معاملہ آنحضرت کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے ان کی تجویز نامنظور فرمائی۔ آپ خود چٹان کے پاس تشریف لے گئے۔ ایک کدال لی۔ اور یکے بعد دیگرے تین ضربیں لگائیں۔ پہلی ضرب سے چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ اور اس سے چنگاریاں نکل کر فضا میں بکھر گئیں۔ آپ نے

فرمایا کہ مجھے شام کو چابیاں دی گئیں۔ دوسری ضرب پر چنگاریاں نکلیں۔ تو آپ نے ایران کی چابیاں ملنے کی خوشخبری سنائی۔ اور تیسری ضرب پر چنگاریاں اٹھیں اور چٹان پاش پاش ہو گئی۔ تو آپ نے یمن کی فتح کا اعلان کیا۔ یہ بشارتیں اس وقت دی گئیں، جب مسلمان انتہائی بے بسی کی حالت میں تھے اور دشمنوں نے بھاری تعداد میں انہیں محصور کر رکھا تھا۔ لیکن اس پیشگوئی پر دس سال ہی مشکل سے گذرے تھے۔ کہ یہ تینوں علاقے مسلمانوں نے فتح کر لئے۔

آنحضرت صلعم نے اپنا قاصد ایران کے شہنشاہ خسرو کے دربار میں دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ خسرو نے تکبر میں آکر آپ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا۔ جب اس افسوسناک واقعہ کی خبر آنحضرت صلعم کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ درحقیقت اس نے اپنی حکومت کا پروانہ چاک کر دیا ہے۔ چنانچہ آخری ایرانی حکمران یزدجرد فرار ہوتے مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایران میں ساسانی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان ہند میں جہاد کریں گے۔ حالانکہ اس وقت ہند میں اسلام کا نشان تک نہ تھا لیکن پیشگوئی کے ۳۹۳ سال بعد سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان میں جہاد کیا۔ اور وہ جہاد آج تک بھی جاری ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خاتمے کے انتظام پر عیسائی قوموں کا عالم پر غلبہ ہو جائیگا چنانچہ آپ کے اعلان کے گیارہ سو سال بعد یورپ کی عیسائی اقوام کا غلبۂ عالم شروع ہوا۔ اور ابھی تک جاری ہے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ لوگ اس دین کو قبول کر کے دنیا میں امن، انصاف اور اخوت کا نظام قائم کریں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

**نوٹ :-** برنباس کی انجیل کی چند جلدیں اسلامی مشن کے ہاں موجود ہیں۔ خواہشمند اصحاب چھ روپے فی جلد قیمت ادا کر کے خرید سکتے ہیں۔ (اسلامی مشن سنت نگر لاہور)